ڈائریکٹوریٹ آف ڈِسٹنس ایجوکیشن، یونیورسٹی آف

جموں، جموں

سیلف لرنگ میٹیریل

کلاس :بی اے   سمسٹر:اول

مضمون: فارسی   یونٹ:۱-۵

کورس نمبر:PE- 101 ٹائٹل: Persian Poetry

کورس کوارڈینیٹر: ڈاکٹر راج بیر سنگھ سوڈی

کنوینز/ایڈیٹر: پروفیسر مشتاق احمد

مرتب: ڈاکٹر محمد ساجر ملک

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں جموں یونیورسٹی کی تحریر یا جازت کے بغیر شایع نہ کیاجائے۔

تفصیلات کتاب

Self Learning Material

سیلف لرننگ میٹیریل

برای بی-اے(فارسی)

سمسٹر اول

کورس نمبر:PE-101

ٹائٹل: Persian Poetry

کورس کوارڈینیٹر: ڈاکٹر راج بیر سنگھ

ایڈٹنگ اینڈ پروفریڈنگ: پروفیسر مشتاق احمد کنویز

مرتب: ڈاکٹر ساجر ملک

Contents :فہرست

Unit	Page	Title	S.No
Unit –I	4	درس اوّل	۱۔
	12	درس دوم	۲۔
	19	درس سوم	۳۔
	34	درس چہارم	۴۔
		Unit-II	
	50	اصطلاحات	5۔
	53	فعل کی اقسام بہ لحاظ زمانہ	6
	53	فعل ماضی کا بیان	7
	61	فعل مضارع بیان	8
	63	فعل حال کا بیان	9
	64	فعل مستقبل کا بیان	10
	65	فعل امر و نہی کا بیان	11
Unit-III			
	68	توانا بود ہر کہ دانا بود (فردوسیؔ)	12
	68	توانا بود ہر کہ دانا بود ترجمہ و تشریح	13
	71	توانا بود ہر کہ دانا بود کا خلاصہ	14

15	بخور تا توانی بہ بازوی خویش (سعدیؔ)	73
16	بخور تا توانی بہ بازوی خویش کا خلاصہ	77
17	لطف حق از (پروین اعتصامی)	79
18	لطف حق ترجمہ و تشریح	88
19	لطف حق کا خلاصہ	99

Unit-IV

20	حالات زندگی وادبی خدمات فردوسی طوسی	102
21	حالات زندگی وادبی خدمات شیخ سعدی شیرازی	108
22	حالات زندگی وادبی خدمات پروین اعتصامی	113

Unit-V

Origion and Development of Persian literature (Ghazal, Qasida, Masanavi & Rubai)

23	غزل	122
24	قصیدہ	129
25	مثنوی	135
26	رباعی	139
27	سلیبس	142

Unit-I

درس اوّل

الگو: نمونہ(Example)

(الف)

این=یہ، (This)	است=ہے
این کتاب اَست	یہ کتاب ہے
این دَفتر اَست	یہ رجسٹر ہے
این قَلم اَست	یہ قلم ہے
این مِداد اَست	یہ پنسل ہے
این میز اَست	یہ میز ہے
این دَر اَست	یہ دروازہ ہے

ب) این=یہ	است=ہے
این اُستاد اَست۔	یہ استاد ہے
این دانِشجو اَست۔	یہ شاگرد ہے
این دُختر اَست	یہ لڑکی ہے
این پِسَر اَست۔	یہ بیٹا ہے
این زَن اَست۔	یہ عورت ہے
این مرد اَست۔	یہ مرد ہے

بخوانید :پڑھیں

ا) این کتاب است، این میز است، این قلم است

این مداد است این دفتر است این در است

ب) این دانشجو است،این دختر است، این مرد است

این زن است این استاد است این پسر است

پ) این مِداد است، این کتاب است، این پسر است

این استاد است این دانشجو است این دختر است

این میز است این در است این زن است

الگو:نمونہ

ا) آن=وہ است=ہے

آن کتاب اَست۔ آن میز اَست۔ آن مِداد اَست۔

وہ کتاب ہے وہ میز ہے وہ پنسل ہ

آن دَر اَست۔ آن اُستاد اَست۔ آن دانشجو اَست۔

وہ دروازہ ہے وہ استاد ہے وہ شاگرد ہے

آن زَن اَست۔ آن مرد اَست۔

وہ عورت ہے وہ مرد ہے -

بخوانید: ا) آن قلم است، آن میز است، آن در است

آن دفتر است ،   آن مِداد است ،   آن کتاب است

ب)   آن دانشجو است ،   آن دختر است ،   آن مرد است

پ)   این دانشجو است ،   این مداد است ،   این پسر است

آن در است ،   آن استاد است ،   آن مرد است

الگو: نمونه

آیا این دفتر اَست ؟	آیا آن دَر اَست ؟
کیا یہ رجسٹر ہے ؟	کیا وہ دروازہ ہے ؟
بَلہ ، این دَفتر اَست ۔	بَلہ ، آن دَر اَست ۔
ہاں یہ رجسٹر ہے	ہاں وہ دروازہ ہے
آیا آن اُستاد اَست ؟	آیا آن مرِد اَست ؟
کیا وہ استاد ہے ؟	کیا وہ مرد ہے ؟
بَلہ ، آن اُستاد است ۔	بَلہ ، آن مرِد اَست ۔
ہاں وہ استاد ہے	ہاں وہ مرد ہے
آیا این قَلَم اَست ؟	آیا آن میز اَست ؟
کیا یہ قلم ہے ؟	کیا وہ میز ہے ؟
خِیر ، این قَلَم نیست ۔	خِیر ، آن میز نیست ۔
نہیں یہ قلم نہیں ہے	نہیں وہ میز نہیں ہے
این دَفتر اَست ۔	آن دَر اَست ۔

یہ رجسٹر ہے	وہ دروازہ ہے
آیا این دُختَر اَست ؟	آیا آن مردِ اَست ؟
کیا یہ لڑکی ہے ؟	کیا وہ مرد ہے ؟
خِیر، این دُختر نیست۔	خِیر، آن مردِ نیست۔
نہیں یہ لڑکی نہیں ہے	نہیں وہ مرد نہیں ہے
این پِسَر اَست۔	آن زَن اَست۔
یہ لڑکا ہے	وہ عورت ہے

بخوانید:۔

۱	آیا این کتاب اَست ؟	آیا آن کتاِب اَست ؟	
	کیا یہ کتاب ہے؟	کیا وہ کتاب ہے؟	
	بَلہ، این کتاب اَست۔	خِیر آن کتاب نیست۔	آن دفَتر اَست۔
	ہاں یہ کتاب ہے	نہیں وہ کتاب نہیں ہے	۔وہ رجسٹر ہے

۲)	آیا این دانشجو اَست ؟	آیا آن دانشجو اَست ؟	
	کیا یہ شاگرد ہے ؟	کیا وہ شاگرد ہے ؟	
	بَلہ، این دانشجو اَست۔	خِیر، آن دانشجو نیست۔	آن اُستاد است۔
	ہاں یہ شاگرد ہے	نہیں وہ شاگرد نہیں ہے۔	وہ استاد ہے۔

۳) آیااین مِداداَست ؟	آیاآن مِداداَست ؟
کیایہ پنسل ہے ؟	کیاوہ پنسل ہے ؟
بَلہ ،این مداداَست ۔	خِیر ،آن مِداد نیست ۔آن قَلَم است ۔
ہاں یہ پنسل ہے	نہیں وہ پنسل نہیں ہے ۔وہ قلم ہے
۴) آیااین میزاَست ؟	آیاان میزاَست ؟
کیایہ میز ہے ؟	کیاوہ میز ہے ؟
بَلہ ،این میزاَست ۔	۔خیر ،آن میز نیست ۔ آن دَراست ۔
ہاں یہ میز ہے	نہیں وہ میز نہیں ہے ۔ وہ دروازہ ہے
۵) آیااین زَن اَست ؟	آیاآن زَن است ؟
کیایہ عورت ہے ؟	کیاوہ عورت ہے ؟
بَلہ ،این زَن اَست ۔	خیر آن زن نیست ۔آن مرِداَست
ہاں یہ عورت ہے	نہیں وہ عورت نہیں وہ مرد ہے

تمرین: مشق

آیااین دراست ؟	آیاآن کتاب است ؟
بلہ این دراست ۔	خیر آن کتاب نیست ۔ آن مداداست ۔
ایااین زن است ؟	آیاآن دختر است ؟
بلہ ،این زن است	خیر آن دختر نیست آن پسر است
آیااین کتاب است ؟	آیاآن دفتر است

بلہ این کتاب است　　　　خیر آن دفتر نیست　　آن میز است۔

الگو: نمونہ

این کتاب، بزرگ است۔　　　　آن کتاب، کوچک است۔

یہ کتاب بڑی ہے　　　　وہ کتاب چھوٹی ہے

این مداد، بلند است۔　　　　آن مداد، کوتاہ است۔

یہ پنسل لمبی ہے　　　　وہ پنسل چھوٹی ہے

این میز، سنگین است۔　　　　آن میز، سبک است۔

یہ میز بھاری ہے　　　　وہ میز ہلکی ہے

این مرد، جوان است۔　　　　آن مرد، پیر است۔

یہ مرد جوان ہے　　　　وہ مرد بوڑھا ہے

این دختر، سالم است۔　　　　آن دختر، بیمار است۔

یہ لڑکی تندرست　　　　وہ لڑکی بیمار ہے۔

این خانہ، زیبا است۔　　　　آن خانہ، زشت است۔

یہ گھر خوبصورت ہے　　　　وہ گھر خراب ہے

بخوانید :

ا) این میز کوچک است، این میز بلند است، این میز بزرگ است

ب) آن کتاب زشت نیست، آن پسر بزرگ نیست

پ) آن زن جوان است، این مرد پیر است، آن پسر بیمار نیست

تمرین: مشق

خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجئے:

ا۔ این خانہ زیبا است، مداد، پسر، میز، زن،

ب) بیمار، کوتاہ، بیمار، زِشت، بیمار، سالم،

پ) است، بیمار، نیست، زشت

دیکتہ ورسم الخط: املا اور طرز تحریر

ژالہ دُختر اَست۔ کاوہ پِسَر اَست۔

ژالہ لڑکی ہے کاوہ لڑکا ہے

ژالہ سالم اَست۔ کاوہ بیمار اَست۔

ژالہ تندرست ہے کاوہ بیمار ہے

-آیا ژالہ سالم اَست ؟ آیا کاوہ بیمار اَست ؟

کیا ژالہ تندرست ہے ؟ کیا کاوہ بیمار ہے ؟

بَلہ، ژالہ سالم اَست۔ بَلہ، کاوہ بیمار اَست۔

ہاں ژالہ تندرست ہے ہاں کاوہ بیمار ہے

متن :

این یک خانہ اَست این خانہ بُزُرگ است

یہ ایک گھر ہے یہ گھر بڑا ہے

این خانہ کوچک نیست آیا این خانہ زِشت است ؟-

یہ گھر چھوٹا نہیں ہے	کیا یہ گھر بد صورت ہے
خیر، این خانہ زِشت نیست	این خانہ زیبا اَست۔
نہیں یہ گھر بد صورت نہیں ہے	یہ گھر خوبصورت ہے
این اُتاق اَست	این اُتاق کوچک اَست
یہ کمرہ ہے۔	یہ کمرہ چھوٹا ہے
این اُتاق بزرگ نیست۔	یہ کمرہ بڑا نہیں ہے۔
آیا این اُتاق شیک اَست ؟	کیا یہ کمرہ ناقص ہے ؟
بَلہ، این اُتاق شیک اَست۔	ہاں یہ کمرہ ناقص ہے۔
این یک مدرِسہ اَست	این مدرِسہ بزرگ است۔
یہ ایک مدرسہ ہے۔	یہ مدرسہ بڑا ہے۔
آیا این مدرِسہ قَدیمی است ؟	کیا یہ مدرسہ پرانا ہے ؟
بَلہ، این مدرِسہ قَدیمی است۔	ہاں یہ مدرسہ پرانا ہے۔

خلاصہ

این کتاب است	آیا این کتاب است
یہ کتاب ہے۔	کیا یہ کتاب ہے؟
این کتاب بزرگ است	آیا این کتاب بزرگ است
یہ کتاب بڑی ہے۔	کیا یہ کتاب بڑی ہے؟
بلہ این کتاب بزرگ است۔	خیر این کتاب بزرگ نیست

ہاں یہ کتاب بڑی ہے۔ نہیں یہ کتاب بڑی نہیں ہے۔

الفاظ		معنی	الفاظ		معنی
است	=	ہے	دانشجو	=	شاگرد
نیست	=	نہیں	مِداد	=	پنسل
دختر	=	لڑکی	پسر	=	بیٹا
در	=	دروازہ	دفتر	=	رجسٹر
مرد	=	آدمی	زن	=	عورت
اطاق	=	کمرہ	مدرسہ	=	اسکول،مکتب،دبستان،اموزشگاہ،
معلم	=	استاد، مدرس، مربی،اموزگار			

درس دوم

کتاِب روی میز اَست۔ دَفتر زیر میز اَست۔

کتاب میز پر ہے۔ رجسٹر میز کے نیچے ہے۔

مِدادروِی دفتر اَست۔ قَلَم زیرِ کتاب اَست۔

پنسل رجسٹر پر ہے۔ قلم کتاب کے نیچے ہے

بخوانید:

کتاِب بُزُرگ،روِی میز اَست۔ کتاِب کوچک،زیرِ میز اَست۔

بڑی کتاب میز پر ہے۔ چھوٹی کتاب میز کے نیچے ہے

مِدادبلند، رویِ دفتر اَست۔ قلم کوتاہ، زیرِ کتاب اَست

لمبی پنسل رجسٹر پر ہے۔ چھوٹی پنسل کتاب کے نیچے ہے

پِسَر کوچک، رویِ میز اَست۔ دُختَر کوچک، زیرِ میز اَست۔

چھوٹا لڑکا میز پر ہے۔ چھوٹی لڑکی میز کے نیچے ہے

تمرین:

خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجئے:

قلم زیرِ میز است دفتر رویِ کتاب است

کتاب زیرِ دفتر است پسر زیرِ میز است

کیف روی میز است مداد زیرِ کتاب است

دختر زیرِ میز است مداد رویِ دفتر است

بخوانید:

ا) کتاب کوچک زیرِ میز است کتاب سنگین رویِ میز است

ب) کتاب بزرگ رویِ میز است قلم کوتاہ زیر میز است

پسر کوچک زیرِ میز است کیف قدیمی رویِ میز است۔

دختر کوچک زیرِ میز است۔

الگو: نمونہ

پِسَر دَر مدرسہ اَست۔ دُختَر دَر کِلاس اَست۔

لڑکا مدرسہ میں ہے۔ لڑکی کلاس میں ہے

مِداد دَر کیف اَست۔	کیف دَر کلاس اَست۔
پنسل تھیلے میں ہے۔	تھیلا کلاس میں ہے
پِسَر کوچک، دَر خانہ اَست۔	دُختَر کوچک، دَر اُتاق اَست۔
چھوٹا لڑکا گھر میں ہے۔	چھوٹی لڑکی کمرے میں ہے
مردِ پیر در اُتاق اَست۔	زَنِ جَوان در خانہ اَست۔
بوڑھا مرد کمرے میں ہے۔	جوان عورت گھر میں ہے
دَفتَرِ بُزرگ دَر کیف اَست۔	
بڑا رجسٹر تھیلے میں ہے۔	

بخوانید:

ا(پسر کوچک در خانہ است	دختر زیبا در کلاس است
زن پیر در اتاق است	مداد کوچک رویِ میز است
مداد کوچک زیر کیف است۔	
ب)دفتر روی میز است	مداد کوچک رویِ میز است
کتاب روی میز است	قلم بلند رویِ میز است
کیف در خانہ است	

الگو: نمونہ

این کتابِ مَن اَست۔	این کتابِ ما اَست۔
یہ کتاب میری ہے۔	یہ کتاب ہماری ہے

این کتابِ تواَست۔	این کتابِ شمااَست۔
یہ کتاب تیری ہے	یہ کتاب آپ کی ہے
این کتابِ اواَست۔	این کتابِ آنھااَست۔
یہ کتاب اس کی ہے	یہ کتاب ان کی ہے

بخوانید:۔

این دفتر من است	این قلم من است
این کیف من است	این کتاب تو است
این دفتر تو است	این قلم تو است
این دفتر ما است	این قلم ما است
این کتاب ما است	
این مداد شما است	این دفتر شما است
این میز شما است	
این میز آنہا است	این کیف آنہا است
ب)این کتاب من است	این دفتر تو است
این میز او است	این مداد ما است
این کیف شما است	این قلم آنہا است

بخوانید:

ا(　　کتاب	کتابِ بزُرگ

کتاب	بڑی کتاب
کتابِ مَن	کتابِ بزرگِ مَن
میری کتاب	میری بڑی کتاب
این، کتابِ من بزرگ است۔	کتابِ بزرگ من، روی میز است۔
یہ میری بڑی کتاب ہے	میری بڑی کتاب میز پر ہے۔

دَفتَر	دَفترِ بزرگ
دفتر (رجسٹر)	بڑا رجسٹر
این، دَفترِ بزرگ او است۔	دَفترِ بزرگِ او در کیف است۔
یہ بڑا رجسٹر اس کا ہے	اس کا بڑا رجسٹر تھیلے میں ہے

۳) مِداد — مِدادِ کوچک ، مِدادِ تو

پنسل، — چھوٹی پنسل ، تیری پنسل

مِدادِ کوچک تو — این، مِدادِ کوچکِ تو است۔

تیری چھوٹی پنسل — یہ چھوٹی پنسل تیری ہے

مِدادِ کوچکِ تو زیرِ کتاب است۔

تیری چھوٹی پنسل کتاب کے نیچے ہے۔

۴) اُستاد — اُستادِ جوان

استاد — جوان استاد

اُستادِ جوانِ ما۔ این، اُستادِ جوانِ ما است۔

ہمارا جوان استاد یہ جوان استاد ہمارا ہے

استادِ جوانِ ما در کلاس است۔

ہمارا جوان استاد کلاس میں ہے

دیکتہ ورسم الخط

کوچک = چھوٹا جوان = جوان

کتاب مَن نو است۔ کتابِ تو نو نیست۔ کتابِ تو کُہنہ است۔ اُتاقِ آنھا روشن است۔ اُتاقِ شُما روشن نیست۔ اُتاقِ شُما تاریک است۔ این خانہ نو وَزیبا است۔ آن اُتاق سادہ اَست۔

میری کتاب نئی ہے تیری کتاب نئی نہیں

تیری کتاب پرانی ہے ان کا کمرہ روشن ہے

آپ کا کمرہ روشن نہیں آپ کا کمرہ تاریک ہے

یہ گھر نیا اور خوبصورت ہے وہ گھر سادہ ہے۔

متن(Text)

این مرد، پرویز است۔ پرویز پِدَرِ کاوہ وَژالہ است

یہ مرد پرویز ہے۔ پرویز کاوہ اور ژالہ کا باپ ہے۔

کاوہ پِسَرِ پرویز است۔ ژالہ دُخترِ پرویز است

کاوہ پرویز کا بیٹا ہے۔ ژالہ پرویز کی لڑکی ہے۔

اِسمِ مادَرِ کاوہ وَژالہ، پَروین است۔

کاوہ اور ژالہ کی ماں کا نام پروین ہے۔

پروین خانہ دار اَست۔

پروین گھر کی مالکن ہے۔(گھر والی)

پَروین هَمسَرِ پرویز اَست۔

پروین پرویز کی زوجہ ہے۔

کاوہ دانش آموز است۔

او دانش آموزِ دبیرستان است۔

کاوہ طالب علم ہے۔

وہ ہائی اسکول کا طالب علم ہے۔

اینجا کِلاسِ کاوہ است۔

این دَبیرِ کاوہ است۔

یہاں کاوہ کی کلاس ہے۔

یہ کاوہ کا استاد ہے۔

اسمِ دبیرِ کاوہ، آقایِ مَجیدی اَست۔

کاوہ کے استاد کا نام جناب مجیدی ہے

آقایِ مجیدی دَبیرِ فیزیک است۔

جناب مجیدی Physics کا استاد ہے

این پِسَر دوستِ کاوہ است۔

اسمِ دوستِ کاوہ دارا است۔

یہ لڑکا کاوہ کا دوست ہے۔

کاوہ کے دوست کا نام دارا ہے

ژالہ دانش آموز است۔

او دانش آموزِ دَبستان است۔

ژالہ طالبہ ہے۔

وہ پرائمری اسکول کی طالبہ ہے۔

این جا کلاسِ ژالہ است۔

این دُختَر، دوستِ ژالہ است۔

اس جگہ ژالہ کی کلاس ہے۔ یہ لڑکی ژالہ کی سہیلی ہے

اسمِ دوست ژالہ، سارا است۔

ژالہ کی سہیلی کا نام سارا ہے۔

این آموز گارِ ژالہ است۔ اِسم آموز گارِ ژالہ خانُم امینی است۔

یہ ژالہ کی استانی ہے ژالہ کی استانی کا نام خانم امینی ہے

خانُم امینی، آموز گار ژالہ است۔

خانم امینی ژالہ کی استانی ہے

خلاصہ

بڑی کتاب میز پر ہے یہ کتاب میری ہے

میری بڑی کتاب میز پر ہے ژالہ کی استانی کا نام خانم امینی ہے

الفاظ		معنی	الفاظ		معنی
روی	=	پر	مادر	=	ماں
من	=	میں	زیر	=	نیچے
اسم	=	نام	ما	=	ہم سب
اینجا	=	اس جگہ	آموز گار	=	استاد
فیزیک	=	فزیکس	آنہا	=	وہ سب (ھا فارسی صیغہ جمع بنانے کے لیے

استعمال ہوتا ہے) مثلاً اطاق سے اطاقہا، صندلی سے صندلیھا وغیرہ

نوٹ: ''من (میں)'' واحد متکلم کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ''ما'' (ہم) جمع متکلم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''تو'' واحد حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ''شما'' جمع حاضر کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

''او'' (وہ) واحد غائب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ''انہا'' جمع غائب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

درس سوم

الگو: نمونہ (Exmaple)

اینجا کُجا است؟	آنجا کُجا است؟
یہاں کون سی جگہ ہے؟	وہاں کونسی جگہ ہے؟
اینجا دَبیرِستان است۔	آنجا دَبستان است۔
یہاں ہائی اسکول ہے۔	وہاں پرائمری اسکول ہے

اینجا دَبیرِستانِ کاوہ وَدارا است۔

یہاں ہائی اسکول کاوہ اور دارا کا ہے

-آنجا دَبستانِ ژالہ وَسارا است

وہاں پرائمری اسکول ژالہ اور سارا کا ہے

-اینجا کُجاست؟	آنجا کُجاست؟
یہاں کونسی جگہ ہے؟	وہاں کونسی جگہ ہے؟
اینجا کارخانہ است۔	-آنجا داروخانہ است۔

یہاں کارخانہ ہے

وہاں دوائی کی دوکان ہے۔

-اینجا کارخانہ پرویز اَست۔

آنجا دارو خانہ ء رازی است۔

یہاں پرویز کا کارخانہ ہے

وہاں رازی کی دوائی کی دوکان ہے۔

-اینجا کُجا است ؟

آنجا کُجاست ؟

یہاں کونسی جگہ ہے ؟

وہاں کونسی جگہ ہے ؟

-اینجا کِلاس است۔

آنجا دَفتَر است۔

یہاں کلاس روم ہے

وہاں دفتر ہے

-اینجا کِلاس ما اَست۔

-آنجا دَفتَر دَبیرِستان است۔

یہاں ہماری کلاس ہے۔

وہاں ہائی اسکول کا دفتر ہے۔

الگو: نمونہ (Example)

کاوہ، تو چہ کارہ ھَستی ؟

-ژالہ، تو چہ کارہ ھَستی ؟

کاوہ تو کیا کام کرتا ہے ؟

ژالہ تو کیا کام کرتی ہے ؟

من دانش آموز ھَستم

من دانش آموز ھَستم

میں طالب علم ہوں

میں طالبہ ہوں

من چہ کارہ ھَستم ؟

من چہ کارہ ھَستم ؟

میں کیا کام کرتا ہوں ؟

میں کیا کام کرتی ہوں

تو نانوا ھَستی۔

تو پرَستار ھَستی۔

تو نانوا ہے،

تو پرستار (Nurse) ہے

اوچه کاره است ؟	اوچه کاره است ؟
وه کیاکام کرتاہے ؟	وه کیاکام کرتی ہے ؟
اواُستاداست۔	اواُستاداست۔
وہ استادہے	وہ استانی ہے
شماچه کاره هَستید ؟	شماچه کاره هَستید ؟
آپ کیاکام کرتے ہیں ؟	آپ کیاکام کرتے ہیں ؟
ماد انش آموز هَستیم۔	مادانش آموز هَستیم۔
ہم طالب علم ہیں۔	ہم طالبات ہیں
ماچه کاره هَستیم ؟	ماچه کاره هَتسیم ؟
ہم کیاکام کرتے ہیں ؟	ہم کیاکام کرتے ہیں ؟
شماپلیس هَستید۔	شماپزِشک هَستید۔
آپ پولیس مین ہیں۔	آپ ڈاکٹر ہیں۔
آنهاچه کاره هَستند ؟	آنهاچه کاره هَستند ؟
وه کیاکام کرتے ہیں ؟	وه کیاکام کرتے ہیں ؟
آنهاپستچی هَستند۔	آنهادانشجو هَستند۔
وہ پوسٹ مین ہیں	وہ طالب علم ہیں

بخوانید(Read):

من دارا هستم، من دانشجو هستم، من پولیس هستم

مادانش آموز هستیم،　　ماپولیس هستیم، ماآموزگار هستیم

تونانوا هستی　　توخانه دار هستی توآموزگار هستی

شماپولیس هستید،　　شماپزشک هستید

اوپرویزاست،　　اودانشجواست،　اواستاداست

آنہاپستچی هستند　　آنہادانشجو هستند

نوٹ: ''من'' کے ساتھ علامت ''م''اور ''ما'' کے ساتھ ''یم''کااستعمال ہوتا ہے۔

''تو'' کے ساتھ علامت ''ی''اور ''شما'' کے ساتھ ''ید''کااستعمال ہوتا ہے۔

''او'' کے ساتھ علامت ''است''اور ''انہا'' کے ساتھ ''ند''کااستعمال ہوتا ہے۔

الگو: نمونہ(Example)

اِسم توچیست؟	اِسم توچیست؟
تیرانام کیاہے؟	تیرانام کیاہے؟
اسمِ مَن کاوه است	اسمِ مَن ژاله است۔
میرانام کاوه ہے	میرانام ژاله ہے
من کاوه هَستَم	من ژاله هَستَم
میں کاوه ہوں	میں ژاله ہوں
اِسمِ مَن چیست؟	اِسمِ مَن چیست؟
میرانام کیاہے؟	میرانام کیاہے؟

اسمِ تو دارا است۔	اسمِ تو سارا است۔
تیرا نام دارا ہے	تیرا نام سارا ہے
تو دارا ھَستی۔	تو سارا ھَستی۔
تو دارا ہے	تو سارا ہے
اِسمِ او چیست ؟	اِسمِ او چیست ؟
اس کا نام کیا ہے	اس کا نام کیا ہے
-اسمِ او پرویز است۔	اسمِ او پروین است۔
اس کا نام پرویز ہے۔	اس کا نام پروین ہے۔
او پرویز است۔	او پروین است۔
وہ پرویز ہے	وہ پروین ہے

بخوانیدRead:

ا) اسم من دارا است اسم تو کاوہ است

اسم او ژالہ است

ب) من کاوہ ھستم

من دارا ھستم

تو ژالہ ھستی، تو پروین ھستی

تو سارا ھستی، تو دارا ھستی

او دارا است، او سارا است، او پروین است

الگو: نمونہ(Example)

من کاوہ هَستم۔	تو ژالہ هَستی۔
میں کاوہ ہوں	تو ژالہ ہے
من ژالہ نیستم۔	تو سارا نیستی۔
میں ژالہ نہیں ہوں	تو سارا نہیں ہے
ما دانش آموز هَستیم۔	آنھا مرِد هَستَند
ہم طالب علم ہیں۔	وہ مرد ہیں
ما آموزگار نیستیم۔	آنھا زَن نیستَند
ہم استاد نہیں ہیں۔	وہ عورتیں نہیں ہیں۔
شما زَن هَستید	او نانوا است۔
آپ عورتیں ہیں۔	وہ نانوا ہے
شما مرِد نیستید	او پلیس نیست۔
آپ مرد نہیں ہیں۔	وہ پولیس والا نہیں ہے

بخوانیدRead:

من دانشجو هستم،	من پولیس نیستم۔
تو آموزگار هستی،	تو نانوا نیستی
او خانہ دار است،	او استاد نیست۔
ما خانہ دار اهستیم،	ما پستچی نیستم

شماپولیس ہستید، شمادختر نیستید۔

آنہادانش آموز ھستند، آنہاپرستار نیستند

تمرین(Exercise)

مناسب کلمات استعمال کیجئے

۱۔ آنھا پرستار نیستند

۲۔ او پرستار نیست

۳۔ کاوہ پرستار نیست

۴۔ آنھا پرستار نیستند

۵۔ شما پرستار نیستید

۶۔ ما پرستار نیستیم

۷۔ تو پرستار نیستی

۸۔ دارا پرستار نیست

۹۔ من پرستار نیستم

۱۰۔ من پرستار نیستم

۱۱۔ او دبیر نیست

۱۲۔ تو دبیر نیستی

۱۳۔ آنھا دبیر نیستند

۱۴۔ ما دبیر نیستیم

۱۵۔ او دبیر نیست

۱۶۔ من دبیر نیستم

دیکته و رسم الخط

(Dictation and Prescribed form of writing)

کوچک	=	چھوٹا	Small
جوان	=	جوان	young
تو	=	تو	you
روی	=	پر	on
دوست	=	رفیق	Frind
آموزگار	=	استاد	Teacher
و	=	اور	and
کاوه	=	نام	Kawa
پرویز	=	نام	Pervaiz
نو	=	نیا	new
روشن	=	واضح	Bright
کوچه	=	گلی	Street

آنها پرستار نیستند

او پرستار نیست

ما پرستار نیستیم

بخوانیدRead:

-آیاتودارا هَستی؟	آیااوپروین اَست؟
کیاتودارا ہے؟	کیاوہ پروین ہے؟
- خیر، من دارا نیستم۔	خیر،اوپروین نیست۔
نہیں میں دارا نہیں ہوں۔	نہیں وہ پروین نہیں ہے
من سارا هَستَم	اوپرویزاست۔
میں سارا ہوں	وہ پرویز ہے
-آیاشمادَبیر هَستید؟	آیاآنهازَن هَستَند؟
کیاآپ استاد ہیں؟	کیاوہ عورتیں ہیں؟
- خیر،مادَبیر نیستیم	خیر،آنهازَن نیستَند۔
نہیں ہم استاد نہیں ہیں	نہیں وہ عورتیں نہیں ہیں
ماپُلیس هَستیم۔	آنهامردهَستَند۔
ہم پولیس والے ہیں۔	وہ مرد ہیں
آیامن کاوہ هَستَم؟	آیاتوژالہ هَستی؟
کیامیں کاوہ ہوں؟	کیاتوژالہ ہے؟
خیر،توکاوہ نیستی۔	خیر، من ژالہ نیستَم۔

نہیں تو کاوہ نہیں ہے۔	نہیں میں ژالہ نہیں ہوں
تو ژالہ هَستی۔	من کاوہ هَستَم۔
تو ژالہ ہے	میں کاوہ ہوں
-ما دانش آموز هَستیم۔	ما دانش آموز هَستیم۔
ہم طلباء ہیں	ہم طالبات ہیں
ما دُختَر نیستیم۔	ما پِسَر نیستیم۔
ہم لڑکیاں نہیں ہیں	ہم لڑکے نہیں ہیں
ما پِسَر هَستیم۔	ما دُختَر هَستیم۔
ہم لڑکے ہیں	ہم لڑکیاں ہیں
-آیا شما دَبیر هَستید؟	خیر، ما دَبیر نیستیم۔
کیا آپ استاد ہیں؟	نہیں ہم استاد نہیں۔

دیکتہ و رسم الخط

زن	عورت
Zaen	Woman
بازرگان	تاجر
Bazargan	Merchant
پرویز	نام

زیبا	خوبصورت
Ziba	beautiful
زیر	نیچے
Zair	Below
ظہر	ظہر
zohar	Noon
منتظر	انتظار میں
Montaezer	waiting
نظم	انتظام
Naezm	Arrangement
ناظم	کوآرڈینٹر
Nazem	Coordinator
انتظار	انتظار
Entezar	waiting
ظاہر	آشکار
Zaher	Apparent

نزدیک ظہر است۔ ظہر کا وقت ہے۔

(It is time for noon)

آقای مدیر در دفتر دبیرستان است

ڈائریکٹر صاحب اسکول کے دفتر میں ہیں

(Mr. Director is in the office of school)

او ہنوز منتظر آقای ناظم است

وہ ابھی کوآرڈینٹر صاحب کی انتظار میں ہیں۔

He is waiting for the Co-ordinator)

ولی آقای ناظم در خانہ است، او بیمار است

لیکن ناظم صاحب گھر میں ہیں وہ بیمار ہیں

(But Mr. Co-ordinator is at home, he is sick)

اسم من میرا نام

(My name) (Esme-e-man)

کتاب بزرگ بڑی کتاب

(big book) (Ketab-e-bozorg)

مداد کوچک چھوٹی پنسل

(small pencil) (medae-e-kuchak)

قلم کاوہ کاوہ کی قلم

(Kawa's is pen) (Qaelem-e-kawa)

خانہ من میرا گھر

(My home) (Khane-maen)

مدرسہ کاوہ　　کاوہ کا مدرسہ

(Kawa's madrasa) (Madrese-je-kawa)

کارخانہ بزرگ　　بڑی فیکٹری

big Factory　　Karkhane-je-bozorg

کوچہ پہن　　کشادہ گلی

wide street　　kuchae-je paehn

ستارہ درخشان　　چمکتا ہواستارہ

shining star　setare-je-derashan

شانۂ ژالہ　　ژالہ کی کنگھی

Zala's comb　shane-je- zala

-آیا شما دانش آموز ھَستید؟　　-بلہ، ما دانش آموز ھَستیم۔

کیا آپ طلباء ہیں　　ہاں ہم طلباء ہیں

yes we are students　　　are you students?

این مدرِسہ کاوہ است۔　　مدرِسہ کاوہ بزُرگ است۔

یہ کاوہ کا مدرسہ ہے۔　　کاوہ کا مدرسہ بڑا ہے۔

Kawa's madrasa is big　　This is Kawa's Madrasa

آن مدرِسہ ژالہ است۔　　مدرِسہ ژالہ کوچک است۔

وہ مدرسہ ژالہ کا ہے　　ژالہ کا مدرسہ چھوٹا ہے

zala's madrasa is small　　that is zala's madrasa

خانہ کاوہ وَ ژالہ قَدیمی است۔　　خانہ آنھا در یک کوچہ پھن است۔

کاوہ اور ژالہ کا گھر پرانا ہے۔　　اُن کا گھر ایک کشادہ گلی میں ہے

مِدادِ کاوہ روی میز است۔　　شانہ سارا روی میز نیست۔

کاوہ کی پنسل میز پر ہے۔　　سارا کی کنگھی میز پر نہیں ہے۔

Sara's comb is not on the table　Kawa's pencil is on the table

متن Text:

من کاوہ ھَستم۔　من دانش آموز ھَستَم۔　میں کاوہ ہوں۔　میں طالب علم ہوں۔

I am student　　I am Kawa

من پِسَر پرویز وَ پَروین ھَستَم۔　میں پرویز اور پروین کا بیٹا ہوں

I am the son of Pervaiz and Parveen

پرویز پدرِ من است۔　او کار خانہ دار است۔　پرویز میرے والد ہیں
وہ کار خانہ کے مالک ہیں۔

He is factory owner　　Pervaiz is my father

پروین مادرِ من است۔　او خانہ دار است۔　پروین میری ماں ہے
وہ گھر کی مالکن ہیں

She is housekeeper Parveen is my mother

این پِسَر، دوستِ من است۔ اسمِ او دارا است۔ یہ لڑکا میرا دوست ہے۔اس کا نام دارا ہے

His name is Dara This boy is my friend

اینجا دَبیرِستان است۔ ماَدر دَبیرِستان هَستیم۔

یہاں اسکول ہے۔ ہم اسکول میں ہوتے ہیں۔

We are in school Here is the school

ماَدر خانہ نیستیم۔ ہم گھر میں نہیں ہوتے ہیں۔

we are not at home

اینجا کلاسِ ما است۔ این آقا دَبیرِ ما است۔

یہاں (اس جگہ) ہماری کلاس ہے یہ جناب ہمارے استاد ہیں۔

This is our teacher Here is our class

اسمِ او آقایِ جَوادی است۔ اُس کا نام جناب جوادی ہے

His name is Mr. Jawadi

آقایِ جَوادی دَبیرِ شیمی است۔ جناب جوادی کمسٹری کے استاد ہیں

Mr. Jawadi is chemistry teacher

او همکارِ آقایِ مَجیدی است۔ وہ جناب مجیدی کے ساتھی ہیں۔

He is Mr.Jawadi's companion

آقایِ مَجیدی دَبیر فیزیک است۔ جناب مجیدی فزکس کے استاد ہیں۔

Mr. Majidi is Physics teacher

آقای مجیدی در کلاس نیست۔ جناب مجیدی کلاس میں نہیں ہیں

Mr. Majidi is not in class

او در دفتر دبیرستان است۔ وہ اسکول کے دفتر میں ہیں۔

He is in the school office

او منتَظِرِ مدیر است۔ وہ پرنسپل کے انتظار میں ہیں۔

He is waiting for the principal

اَلآن نزدیکِ ظُهر است۔ ابھی ظہر کا وقت ہے۔

It is time for noon

مَن گرُسنه هَستم - مجھے بھوک لگی ہے

I am hungry

دارا گرسنه نیست۔ دارا کو بھوک نہیں لگی ہے

Dara is not hungry

او تشنه است۔ وہ پیاسہ ہے

He is thirsty

ما خسته هَستیم۔ ہم تھکے ہوئے ہیں

we are tired

خلاصہ:

این جا کجا است　　　این جا کارخانہ است

یہاں کونسی جگہ ہے؟　　　یہاں کارخانہ ہے۔

What is this place　　　Here is Factory

آیا من دبیر هستم؟　　　آیا تو دبیر هستی؟

کیا میں استاد ہوں؟　　　کیا تو استاد ہے؟

Am I a teacher　　　Are you a teacher

آیا او دبیر است؟　　　آیا ما دبیر هستیم؟

کیا وہ استاد ہے؟　　　کیا ہم استاد ہیں؟

Is he a teacher　　　Are we teachers

آیا شما دبیر هستید؟　　　آیا انها دبیر هستند؟

کیا آپ استاد ہیں؟　　　کیا وہ استاد ہیں؟

Are you teachers　　　Are they teachers

من دبیر هستم　　　تو دبیر هستی

میں استاد ہوں　　　تو استاد ہے

او دبیر است　　　ما دبیر هستیم

وہ استاد ہے　　　ہم استاد ہیں

He is teacher　　　We are teachers

شما دبیر هستید　　　آنها دبیر هستند

آپ استاد ہیں　　　　وہ استاد ہیں

They are Teachers　　　　You are teachers

من دبیر نیستم　　　　تو دبیر نیستی

میں استاد نہیں ہوں　　　　تو استاد نہیں ہے

You are not a teacher　　　　I am not a teacher

او دبیر نیست　　　　ما دبیر نیستیم

وہ استاد نہیں ہے　　　　ہم استاد نہیں ہیں

We are not teachers　He is not a teacher

شما دبیر نیستید　　　　آنہا دبیر نیستند

آپ استاد نہیں ہیں　　　　وہ استاد نہیں ہیں

They are not teachers　　　　you are not teachers

Fectory　　　　کارخانہ = فیکٹری

Chemist shop　　　　داروخانہ = شفاخانہ

Office　　　　دفتر = دفتر

Comb　　　　شانہ = کنگھی

Street　　　　کوچہ = گلی

Near　　　　نزدیک = قریب

Baker　　　　نانوا = بیکر

Nurse	پرستار =نرس
Doctor	پزشک =ڈاکٹر
Police	پلیس = پولیس
Student	دانشجو =طالب علم
Postman	پستچی =ڈاکیہ
Manufacturer owner	کارخانہ دار =کارخانہ کامالک
Director	مدیر = ڈائریکٹر
Noon	ظہر = ظہر
Friend	دوست =رفیق
Colleague	ھمکار =ساتھی
waiting	منتظر = انتظار
Thirsty	تشنہ = پیاسا
Tired	خستہ = تھکاہوا
Hungry	گرسنہ =بھوکا
Wide	پہن = کشادہ
Shining	درخشاں=چمکتاہوا
Here	اینجا = یہاں
What are you doing?	توچہ کارہ ھستی = توکیاکام کرتاہے

اسم تو چست	=	تیرا کیانام ہے	What is your name?
ھنوز	=	ابھی تک	yet
الان	=	ابھی	Just now

درس چہارم

الگو: نمونہ(Example)

من لیوان دارم	تو شانہ داری
میرے پاس گلاس ہے	تیرے پاس کنگھی ہے
او کت دارد	این، لیوانِ من است
وہ کوٹ رکھتا ہے	یہ گلاس میرا ہے
آن، شانہ تو است	این کتِ او اَست
وہ کنگھی تیری ہے	یہ کوٹ اس کا ہے
آن خانہَ ما است	آن ماشینِ شما است
وہ گھر ہمارا ہے	وہ کار آپ کی ہے
این کلِید آنھا است	یہ چابی اُن کی ہے
ا) من لیوان دارم	میں گلاس رکھتا ہوں

I have a glass

تو شانہ داری	تو کنگھی رکھتی ہے

You have a comb

او کتِ دارد　　　　وہ کوٹ رکھتا ہے

He has a coat

ماخانہ داریم　　　　ہم گھر رکھتے ہیں

We keep home

شماکارخانہ دارید　　　　آپ فیکٹری رکھتے ہیں

You have a factory

آنہادبیرستان دارند　　　　وہ اسکول رکھتے ہیں

They keep school

ب)　من لیوان دارم　　　　میں گلاس رکھتا ہوں

I have a glass

مادبیر خانہ داریم　　　　ہم سکریٹریٹ رکھتے ہیں

We have Secretarait

توکتاب داری　　　　توکتاب رکھتی ہے

You have a book

شماخانہ دارید　　　　آپ گھر کھتے ہیں

You have a home

اودفتر دارد　　　　وہ دفتر رکھتا ہے

He keeps office

آنہامدرسہ دارند　　وہ مدرسہ رکھتے ہیں

They keep madrasa

تمرین: مشق(Exercise)

۱)	این کلید انہااست	آنہاکلید دارند
۲)	این لیوانِ تواست۔	تولیوان داری
۳)	این دفتر من است۔	من دفتر دارم
۴)	این خانہ مااست۔	ماخانہ داریم
۵)	این شانہ ژالہ است۔	ژالہ شانہَ داری
۶)	این کتِ من است	من کت دارم
۷)	این ماشین شمااست۔	شماماشین دارید
۸)	این خانہ آنہااست۔	آنہاخانہ دارند
۹)	این اتاق مااست۔	مااتاق داریم
۱۰)	این لیوان من است۔	من لیوان دارم
۱۱)	این کارخانہ شمااست۔	شماکارخانہ دارید
۲۱)	این کتاب اواست۔	او کتاب دارد

الگو:نمونہ　　Example

من کتاب دارَم　　　　ما کلید داریم

میں کتاب رکھتا ہوں　　　　ہمارے پاس چابی ہے

We have the key　　　　I have a book

این کتاب، مالِ من اَست　　　　این کلید، مالِ ما اَست

یہ کتاب میرا مال ہے　　　　یہ چابی ہمارا مال ہے

This key is our property　　　　This book is my propert

تو قَلَم داری　　　　شما ماشین دارید

تو قلم رکھتا ہے　　　　آپ کار رکھتے ہو

You have a car　　　　You have a pen

این قَلَم، مالِ تو اَست　　　　این ماشین، مالِ شما است

یہ قلم تیرا مال (سرمایہ) ہے　　　　یہ کار آپ کا مال ہے

This car is your property　　　　This pen is your property

او دَفتَر دارَد　　　　آنھا خانہ دارَند

وہ رجسٹر رکھتا ہے۔　　　　وہ گھر رکھتے ہیں

They have a house　　　　He has a register

این دَفتَر، مالِ او است　　　　این خانہ، مالِ آنھا است

یہ رجسٹر اس کا مال ہے　　　　یہ گھر ان کا مال ہے

بخوانید Read:

آیااین کتاب،مال منیزہ است ؟ کیایہ کتاب منیزہ کامال ہے؟

Is this book Menaza's property

بلہ این کتاب مال منیزہ است۔ ہاں یہ کتاب منیزہ کامال ہے

Yes this book is Menaza's property

خیر این کتاب مال منیزہ نیست۔ نہیں یہ کتاب منیزہ کی ملکیت نہیں ہے

No, this book is not Meenaza's property

آیااین خانہ مال شمااست۔ کیایہ گھر ان کی ملکیت ہے

Is this house owned by them

بلہ این خانہ مال مااست۔ ہاں یہ گھر ہماری ملکیت ہے

Yes this house is our property

خیر این خانہ مال مانیست۔ نہیں یہ گھر ہماری ملکیت نہیں ہے۔

No, this house is not our property

آیاآن اتاق مال آنہااست۔ کیاوہ کمرہ ان کی ملکیت ہے۔

Is that house owned by them

بلہ آن اتاق مال آنہااست۔ ہاں وہ کمرہ ان کی ملکیت ہے۔

Yes that room is their property

خیر آن اتاق مال آنہانیست نہیں وہ کمرہ ان کی ملکیت نہیں ہے

No that room is not their property

تمرینExercise:

۱)	آیااین دفتر مالِ کاوہ است ؟	بلہ این دفتر مالِ کاوہ است
۲)	آیااین کلید مالِ شمااست ؟	بلہ،این کلید مالِ شمااست
۳)	آیااین خانہ مالِ تواست ؟	خیر این خانہ مالِ تونیست۔
۴)	آیااین کتاب مالِ آنہااست ؟	بلہ این کتاب مال آنہااست۔
۵)	آیااین میز مال من است ؟	خیر این میز مال من نیست

ب) نیچے دیئے گئے جملوں کو دی گئی مثال کی طرح تبدیل کریں۔

	کاوہ کتاب دارد	این کتاب،مال کاوہ است
۱)	من لیوان دارم۔	این لیوان،مال من است
۲)	شماماشین دارید	این ماشین،مال شمااست
۳)	ماخانہ داریم	این خانہ مال مااست

الگو: نمونہExample

من کتاب ندارم	توکتابنداری
اوکتاب ندارد	ماکتاب نداریم
شماکتابندارید	آنہاکتاب ندارند

بخوانیدRead :

این کِلید مالِ من نیست	این ماشین مالِ مانیست

این کلید مالِ من نیست — یہ چابی میرا مال نہیں ہے — یہ کار ہمارا مال نہیں ہے

This key is not my property   This car is not our property

من کلید نَدارم — ماماشین نداریم

میرے پاس کوئی چابی نہیں — ہم کار نہیں رکھتے

We have no car   I have no key

این مِداد مالِ تو نیست — یہ پنسل تیرا مال نہیں ہے

This pencil is not your property

این خانہ مالِ شما نیست — یہ گھر تمہارا مال نہیں ہے

This house is not your property

تو مِداد نَداری — شما خانہ ندارید

تیرے پاس کوئی پنسل نہیں — آپ کا کوئی گھر نہیں ہے

You do not have any house you have no pencil

این دَفتر مالِ او نیست — یہ رجسٹر اس کا مال نہیں ہے

This resigter is not his property

این کتاب مالِ آنها نیست — یہ کتاب ان کا مال نہیں ہے

This book is not their property

او دَفتر نَدارد — آنها کتاب ندارند

اس کے پاس کوئی رجسٹر نہیں — وہ کتاب نہیں رکھتے

They do not have a book He has no register

ب) آیاتو کلید داری؟ کیاتو چابھی رکھتا ہے

Do you hold the key

بلہ من کلید دارم ہاں میں چابی رکھتا ہوں

Yes, I hold the key

خیر من کلید ندارم نہیں میں چابی نہیں رکھتا ہوں

No I do not hold the key

آیاسارا دفتر داری؟ کیاسارا رجسٹر رکھتی ہے

Do Sara has register

بلہ سارا دفتر دارد ہاں سارا رجسٹر رکھتی ہے

Yes Sara has register

خیر سارا دفتر ندارد نہیں سارا رجسٹر نہیں رکھتی

No Sara has no any register

آیاآنہاماشین دارند؟ کیاوہ کار رکھتے ہیں

Do they have a car

بلہ انہاماشین دارند ہاں وہ کار رکھتے ہیں

Yes they have a car

خیر آنہاماشین ندارند نہیں وہ کار نہیں رکھتے

No, they do not have the car

تمرینExercise:

۱) آیاپروین خانہ دارد؟ بلہ پروین خانہ دارد

۲) آیاشمالیوان دارید؟ خیر مالیوان نداریم

۳) آیاکاوہ وداراکتاب دارند؟ بلہ کاوہ وداراکتاب دارند

الگو: نمونہExample

مریَم چَند دَفتَر دارَد؟ توچَند قَلَم داری؟

مریم کتنے رجسٹر رکھتی ہے؟ تیری کتنی قلمیں ہیں

How many pens are you How many registers of Maryam

مریَم سہ دَفتَر دارَد من هَفت دَفتَر دارَم

مریم تین رجسٹر رکھتی ہے۔ میرے پاس سات رجسٹر ہیں

I have seven registers Maryam has three registers

آقایِ جوادی چَند ماشین دارَد؟ کاوہ چَند لیوان دارَد؟

جناب جوادی کتنی کار رکھتا ہے کاوہ کے پاس کتنے گلاس ہیں

How many glasses kawa have How many cars with Mr.Jawedi

آقایِ جوادی یک ماشین دارَد کاوہ دو لیوان دارَد

جناب جوادی ایک کار رکھتے ہیں کاوہ کے پاس دو گلاس ہیں

Kawa has two glasses Mr. Jawadi has a car

این خانه چَند اُتاق دارد؟ اس گھر میں کتنے کمرے ہیں؟

How many rooms are there in this house

اینِ پسَر چَند شیرینی دارد؟ اس لڑکے کے پاس کتنی مٹھائیاں ہیں

How many sweets do this guy have?

این خانہ چہار اُتاق دارد این پِسَر دہ شیرینی دارد؟

اس گھر میں چار کمرے ہیں اس لڑکے کے پاس دس مٹھائیاں ہیں

This boy has ten sweets There are four rooms in this house

این دُختَر چَند سیب دارد؟ این دُختَر پنج سیب دارد؟

اس لڑکی کے پاس کتنے سیب ہیں؟ اس لڑکی کے پاس پانچ سیب ہیں۔

This girl has five apples How many apples have this girl

بخوانیدRead:

این یک نَفَر دو دَست دارد۔ اس ایک فرد کے دو ہاتھ ہیں

This man has two hands

دو نَفَر چہار دَست دارند۔ دو فرد چہار ہاتھ رکھتے ہیں یا دو آدمیوں کے چار ہاتھ ہوتے ہیں۔

Two men have four hands

سہ نَفَر شش دَست دارند۔ تین آدمیوں کے چھ ہاتھ ہوتے ہیں۔

Three men have six hands

چہار نَفَر ھَشت دَست دارند۔ چار آدمیوں کے آٹھ ہاتھ ہوتے ہیں

Four men have eight hands

پَنج نَفَر دَه دَست دارند۔ — پانچ آدمیوں کے دس ہاتھ ہوتے ہیں

Five men have ten hands

یک دَست پَنج اُنگشت دارد۔ — ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں

There are five fingers of one hand

دو دست دَه اُنگشت دارد — دوہاتھوں کی دس انگلیاں ہوتی ہیں

There are ten fingers of two hands

کاوه در خانه است۔ — او نَزدیکِ بُخاری است۔

کاوه گھر میں ہے۔ — وہ بخاری کے نزدیک ہے

He is near Bukhari   Kawa is in the house

کاوه خواب نیست۔او بیدار است۔ — کاوہ سویا ہوا نہیں وہ جاگ رہا ہے۔

Kawa has not slept, he is awake

خواهرِ کاوه در اُتاق است۔ — کاوہ کی بہن کمرے میں ہے

Kawa's sister is in the room

او در تخت خواب است او خواب است۔ — وہ سونے والے بستر پر ہے وہ سو رہی ہے۔

She is on bed she is sleeping

این صدا، صدایِ دَبیر است۔ — یہ آواز استاد کی آواز ہے۔

This sound is like a voice of teacher

صدایِ دَبیر بُلند است۔ استاد کی آواز اونچی ہے

The teacher's voice is high

دَبیر نَزدیکِ صَندَلی است۔ استاد کرسی کے نزدیک ہے

Teacher is near the chair

صَندَلی دَر کِلاس است۔ کرسی کلاس روم میں ہے۔

The chair is in the classroom

این صابون است۔ دارا صابون دارد

یہ صابن ہے۔ دارا کے پاس صابن ہے

Dara has soap This is soap

کاوه صابون نَدارد۔ اَلآن فَصلِ تابِستان است

کاوہ کے پاس صابن نہیں ہے ابھی موسم گرما ہے

It is hot now Kawa has no soap

در فَصلِ تابِستان هوا گرم است۔ موسم گرما میں ہوا گرم ہوتی ہے

The heat is hot in the summer season

در فصل زِمستان هوا گرم نیست موسم سرما میں ہوا گرم نہیں ہوتی ہے

Winter is not hot in the winter season

در فصلِ زِمستان هوا سَرد است۔ موسم سرما میں ہوا سرد ہوتی ہے۔

Winter air is cold

متن Text:

این پِسَر بَھَرام است۔ یہ لڑکا بہرام ہے۔

This boy is Behram

بَھَرام دوستِ کاوہ وَدارا است۔ بہرام کاوہ اور دارا کا دوست ہے

Behram is the friend of Dara and Kawa

کاوہ، دارا وَ بَھَرام ھمکلاس ھَستَنَد۔ کاوہ، دارا اور بہرام ہمکلاس ہیں۔

KawaDara and Behram are class fellows

کاوہ یِک خواھر دارَد کاوہ کی ایک بہن ہے۔

Kawa has a sister

اسم خواھر کاوہ ژالہ است کاوہ کی بہن کا نام ژالہ ہے

Kawa's sister name is Zala

ژالہ دَہ سال دارَد۔ ژالہ کی عمر دس سال ہے

Zala is ten year old

دارا ھم یِک خواھر دارَد۔ دارا کی بھی ایک بہن ہے

Dara has also a sister

اسمِ خواھرِ دارا، سارا است۔ سارا نہ سال دارَد۔

دارا کی بہن کا نام سارا ہے۔ سارا نو سال کی ہے۔

Sara is nine years old Dara's sister name is sara

بَهرام خواهر ندارد۔ او یک برادر کوچک دارد۔

بہرام کی کوئی بہن نہیں ہے۔ اس کا ایک چھوٹا بھائی ہے

He has a younger brother There is no sister of Behram

برادرِ بَهرام پنج سال دارد۔ اسمِ او بهروز است۔

بہرام کا بھائی پانچ سال کا ہے۔ اس کا نام بہروز ہے

His name is Behroz Behram's brother is five years old

اینجا خانه کاوه است۔ بَهرام همسایه کاوه است۔

(اس جگہ) یہاں کاوہ کا گھر ہے۔ بہرام کاوہ کا ہمسایہ ہے۔

خانه کاوه چهار اُتاق وَیک راهرو دارد۔ کاوہ کا گھر چار کمرے اور ایک لابی (Lobby) پر مشتمل ہے۔

Kawa's house consists of four rooms and a lobby

این اُتاق، مالِ کاوه وَژاله است۔ یہ کمرہ کاوہ اور ژالہ کی ملکیت ہے۔

This room is the property of Kawa and Zala

اُتاق کاوه وَژاله یک پنجره بزرگ دارد کاوہ کے کمرے میں ایک بڑی کھڑکی ہے۔

There is a big window in the Kawa's room

۔آنها یک میز وَدو صندلی دارند۔ وہاں ایک میز اور دو کرسیاں ہیں

They hold a table and two chairs

خانۂ بَهرام وَبِهروز سه اُتاق دارد۔ بہرام اور بہروز کے گھر میں تین کمرے ہیں۔

There are three rooms in the house of Behram and Behroz

بَهرام وَ بهروز یک اُتاق دارند۔ بہرام اور بہروز کا ایک کمرہ ہے۔

There is a room with Behram and Behroz

در اُتاقِ آنها یک کتابخانه کوچک وُجود دارد۔ ان کے کمرے میں ایک چھوٹا سا کتاب خانہ ہے۔

There is a small library in their room

بهرام وَ بهروز هم یک میز وَ دو صَندَلی دارند۔ بہرام اور بہروز ایک میز اور دو کرسیاں رکھتے ہیں۔

Behram and Behroz hold a table and two chairs

کاوه وَ ژاله کتابخانه ندارند۔ کاوہ اور ژالہ کا کتاب خانہ نہیں ہے۔

There is no library with Kawa and Zala

آیا من خانه دارم؟ من خانه دارم۔

کیا میں گھر رکھتا ہوں میں گھر رکھتا ہوں

I have a house Do i have a home

آیا تو خانه داری؟ تو خانه داری

کیا تو گھر رکھتا ہے تو گھر رکھتا ہے

You have a home Do you have a home

آیا او خانه دارد؟ او خانه دارد

کیا وہ گھر رکھتا ہے وہ گھر رکھتا ہے

She has a house Does he have a house

آیاماخانہ داریم؟ ماخانہ داریم

کیاہم گھر رکھتے ہیں ہم گھر رکھتے ہیں

We have a home Do we have a house

آیاشماخانہ دارید؟ شماخانہ دارید

کیاآپ گھر رکھتے ہیں آپ گھر رکھتے ہیں

You have a home Do you have a home

آیاآنہاخانہ دارند؟ آنہاخانہ دارند

کیاوہ گھر رکھتے ہیں وہ گھر رکھتے ہیں

They have a home Do they have a home

من خانہ ندارم آنہاخانہ ندارند

میں گھر نہیں رکھتاہوں وہ گھر نہیں رکھتے ہیں

They don't have the house i don't have the house

توخانہ نداری توگھر نہیں رکھتاہے

You don't have a home

این خانہ مال من است یہ گھر میری ملکیت ہے

This house is may property

این خانہ مال تواست یہ گھر تیری ملکیت ہے۔

This house is your property

الفاظ معنی الفاظ معنی

words		mening	
لیوان	=	گلاس	glass
کلید	=	چابی	key
خواہر	=	بہن	Sister
پنجرہ	=	کھڑکی	window
کت	=	کوٹ	Coat
صندلی	=	کرسی	Chair
تابستان	=	موسم گرما	summer season
زمستان	=	موسم سرما	winter season
صابن	=	صابون	saop
ماشین	=	انجن،کار	Engine, car
کتاب خانہ	=	لائبریری	library
سیب	=	سیب	Apple
ھوا	=	ھوا	Air
فصل	=	موسم	Season
ھم	=	بھی	Also
بیمارستان	=	اسپتال	Hospital

سال	= سال	Year
چند	= کچھ	Some
مال	= ملکیت	property
ھمسایہ	= پڑوسی	Neighbourar
بخاری	= بخاری	Heater
صدا	= آواز	Voice
سرد	= ٹھنڈا	Cold
راھرو	= دالان	Corridor
تختخواب	= بستر	Bedstreet
خواب	= نیند	Asleep

UNIT-II

اصطلاحات

لفظ: word منہ سے نکلی ہوئی آواز کو لفظ کہتے ہیں۔

واحد: Singular:جو ایک کے لیے استعمال ہو۔

جمع: Plural ایک سے زیادہ کے لیے استعمال ہو۔

متکلم: First Person: بات کرنے والا/کلام کرنے والا

حاضر:II nd Person: جس سے بات کی جائے۔

غائب: Third Person: جس کے متعلق بات کی جائے اور سامنے نہ ہو۔

فعل: The Verb: کام یا عمل اور علم صرف میں میں وہ کلمہ جس میں کوئی زمانہ پایا جائے۔ مثلا پڑھنا (خواندن) لکھنا (نوشتن) آمدن آنا وغیرہ۔

فاعل: Subject: کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ مثلا لکھنا سے لکھنے والا (نوشتن سے نویسندہ)

مفعول: Object: جس پر کام واقع ہو۔

حرف : حرف وہ کلمہ ہے، جو دو اسماء یا اسم اور فعل کے مابین ربط کا کام کرے اور یہ اکیلا کوئی معنی ظاہر نہیں کرتا۔ مثلا ''میں''، ''سے'' اور ''کو'' وغیرہ۔

حروف تہجی : کلمہ کی بناوٹ کے لئے ایک سے زائد حروف کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ حروف جن سے کوئی زبان بنتی ہے حروف تہجی کہلاتے ہیں۔ فارسی زبان میں ۳۳ حروف تہجی ہیں۔

ا،ء،ب،پ،ت،ث،ج،چ،ح،خ،د،ذ،ر،ز،ژ،س،ش،ص،ض،ط،ظ،ع،غ،ف،ق،ک،گ،ل،م، ن،و،ہ،ی۔

اسم: وہ کلمہ جو کسی شخص، چیز یا جگہ کو ظاہر کرے۔ مثلاً اکبر، میز، دہلی وغیرہ

اسم عام: وہ اسم جو کسی عام چیز، عام شخص یا عام جگہ کے لئے بولا جائے اسے اسم نکرہ یا اسم عام کہتے ہیں۔ مثلاً مرد، عورت، شہر، کرسی وغیرہ۔

اسم خاص: وہ اسم جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کے لئے بولا جائے، اسم خاص کہلاتا ہے۔

جیسے: قران مجید ایک مقدس کتاب ہے۔

محمد علی جناح پاکستانی عوام کے رہنما ہیں۔

تاج محل آگرہ میں ہے۔

اسم ضمیر: وہ کلمہ ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہے تاکہ اسم کو تکرار کے طور پر استعمال نہ کیا جائے جیسے: او، ایشون وغیرہ

فعل: وہ کلمہ ہے جس سے کام کا کرنا، ہونا یا سہنا کسی زمانے میں پایا جائے۔ زمانے صرف تین ہیں گزرے ہوئے کو ماضی جو گزر رہا ہے اسے حال اور جو آنے والا ہے اسے مستقبل کہتے ہیں۔ جیسے

ماضی: طالب علم نے سبق پڑھا۔ (دانشجو درس بخواند)

حال: جواد مدرسہ جاتا ہے۔ (جواد مکتب می رود)

مستقبل: جعفر لداخ جائے گا۔ (جعفر خواہد لداخ رفت)

زمانے کے لحاظ سے فعل کی اقسام

فعل کی تعریف: جس لفظ یا کلمے سے کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا کسی نہ کسی زمانے (ماضی، حال، مستقبل) میں ظاہر ہو فعل کہلاتا ہے مثلاً

طالب نے کتاب پڑھی۔ ولی برتن دھو رہا ہے۔ اکرم دہلی جائے گا۔

فعل کی اقسام بہ لحاظ زمانہ:

۱۔ فعل ماضی	Past Tense
۲۔ فعل حال	Present Tense
۳۔ فعل مستقبل	Future Tense
۴۔ فعل مضارع	The Aorist Tense
۵۔ فعل امر	The Imperative Tense
۶ فعل نہی	The Prohibitve Tense

فعل ماضی کا بیان:

فعل ماضی وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے مثلاً:

اس نے کھانا کھایا(اوبعام خورد)اکرم اسکول گیا(اکرم مکتب رفت)خورد اور رفت **فعل ماضی** ہیں)۔

فعل ماضی کی اقسام: فعل ماضی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ فعل ماضی مطلق ۲۔ فعل ماضی قریب ۳۔ فعل ماضی بعید

۴۔ فعل ماضی استمراری ۵۔ فعل ماضی شکیہ ۶۔ فعل ماضی شرطی یا تمنائی

۱۔ فعل ماضی مطلق:

وہ فعل ہے جس کے ذریعے گزشتہ زمانے میں کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا پایا جائے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ یہ فعل کتنے عرصے پہلے ہوا۔

بنانے کا قاعدہ: مصدر (رفتن) کا 'ن' گرانے سے ماضی مطلق کا صیغہ واحد غائب بن جاتا ہے مثلاً گفت، کرد، آمد، وغیرہ۔

گردان از مصدر رفتن و کردن

صیغہ	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
فارسی	رفت	رفتند	رفتی	رفتید	رفتم	رفتیم
اردو	وہ گیا	وہ گئے	تو گیا	تم گئے	میں گیا	ہم گئے
	کرد	کردند	کردی	کردید	کردم	کردیم
	اس نے کیا	انھوں نے کیا	تو نے کیا	تم نے کیا	میں نے کیا	ہم نے کیا

گردان از مصدر آمدن و نوشتن

صیغہ	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
فارسی	آمد	آمدند	آمدی	آمدید	آمدم	آمدیم
اردو	وہ آیا	وہ آئے	تو آیا	تم آئے	میں آیا	ہم آئے
	نوشت	نوشتند	نوشتی	نوشتید	نوشتم	نوشتیم
	اس نے لکھا	انہوں نے لکھا	تو نے لکھا	تم نے لکھا	میں نے لکھا	ہم نے لکھا

سوالات:

1) خوردن مصدر سے ماضی مطلق کی گردان بنائیں۔

2) نشستن مصدر سے ماضی مطلق کی گردان بنائیں۔

3) ماضی مطلق کا قاعدہ بیان کریں۔

ذیل پیرا گراف کو اردو یا انگریزی میں ترجمہ کریں۔

میں صبح سویرے جاگا، ناشتہ کیا، اسکول روانہ ہوا، اسکول میں پڑھا لکھا اور سبق یاد کیا، پھر گھر واپس چلا آیا۔

جاگنا" بیدار شدن

ناشتہ " صبحانہ

روانہ/جانا رفتن

پڑھنا خواندن

لکھنا نوشتن

یاد کرنا یار گرفتن

ذیل دیے گئے مصادر سے ماضی مطلق میں جملے بنانے کی کوشش کرین:

فارسی مصدر	اُردو	مضارع	اُردو
آمدن	آنا	آید	آتا ہے یا آے ئ گا
رفتن	جانا	رود	جاتا ہے یا جاے گا
خوردن	کھانا	خورد	کھاتا ہے یا کھاے گا
نوشیدن	پینا	نوشد	"

خواندن	پڑھنا	خواند	"
نوشتن	لکھنا	نویسد	:
خوابیدن	سونا	خوابد	:
بیدار شدن	جاگنا	بیدار شود	"
دویدن	دوڑنا	دود	"
دیدن	دیکھنا	دود	"

فعل ماضی قریب کا بیان:

وہ فعل ہے جس میں قریب کا گزرا ہوا زمانہ پایا جائے مثلاً آمدہ است، گفتہ است وغیرہ

بنانے کا قاعدہ: ماضی مطلق+ہ+است یعنی ماضی مطلق کے بعد "ہ اور است" کا اضافہ کرنے سے ماضی قریب کا صیغہ واحد غائب بنتا ہے۔

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
آموختن	آموختہ است	آموختہ اند	آموختہ ای	آموختہ اید	آموختہ ام	آموختہ ایم
سیکھنا	اس نے سیکھا ہے	انھوں نے سیکھا ہے	تو نے سیکھا ہے	تم نے سیکھا ہے	میں نے سیکھا ہے	ہم نے سیکھا ہے

گفتن	گفتہ است	گفتہ اند	گفتہ ای	گفتہ اید	گفتہ ام	گفتہ ایم
کہنا	اس نے کہا ہے	انھوں نے کہا ہے	تو نے کہا ہے	تم نے کہا ہے	میں نے کہا ہے	ہم نے کہا ہے

سوالات:

1) خوردن مصدر سے ماضی قریب کی گردان بنائیں۔
2) نشستن مصدر سے ماضی قریب کی گردان بنائیں۔
3) ماضی قریب کا قاعدہ بیان کریں۔
4) دیدہ ام کون سا صیغہ ہے اور اس کا مصدر بتائیں۔

ذیل دیے گئے مصادر سے ماضی قریب میں جملے بنائیں:

فارسی مصدر	اُردو	مضارع	اُردو
آمدن	آنا	آید	آتا ہے یا آۓ گا
رفتن	جانا	رود	جاتا ہے یا جاے گا
خوردن	کھانا	خورد	کھاتا ہے یا کھاے گا
نوشیدن	پینا	نوشد	"
خواندن	پڑھنا	خواند	"

نوشتن	لکھنا	نویسد	:
خوابیدن	سونا	خوابد	:
بیدار شدن	جاگنا	بیدار شود	"

فعل ماضی بعید کا بیان:

وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا دور کے گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے مثلاً آمدہ بود، رفتہ بود، شستہ بود وغیرہ۔

بنانے کا قاعدہ: ماضی مطلق + ہ + بود یعنی ماضی مطلق کے بعد "ہ اور بود" لگانے سے ماضی بعید کا صیغہ واحد غائب بنتا ہے۔

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
نوشتن	نوشتہ بود	نوشتہ بودند	نوشتہ بودی	نوشتہ بودید	نوشتہ بودم	نوشتہ بودیم
لکھنا	اس نے لکھا تھا	انہوں نے لکھا تھا	تو نے لکھا تھا	تم نے لکھا تھا	میں نے لکھا تھا	ہم نے لکھا تھا
آمدن	آمدہ بود	آمدہ بودند	آمدہ بودی	آمدہ بودید	آمدہ بودم	آمدہ بودیم
آنا	وہ آیا تھا	وہ آئے تھے	تو آیا تھا	تم آئے تھے	میں آیا تھا	ہم آئے تھے

سوالات:

1) دیدن مصدر سے ماضی بعید کی گردان بنایئں۔

2) نوشتن مصدر سے ماضی بعید کی گردان بنایئں۔

3) ماضی بعید کا قاعدہ بیان کریں۔

ذیل دیے گئے مصادر سے ماضی بعید میں جملے بنایئں:

فارسی مصدر	اُردو	مضارع	اُردو
آمدن	آنا	آید	آتاہے یاآے ئ گا
رفتن	جانا	رود	جاتاہے یاجاے گا
خوردن	کھانا	خورد	کھاتاہے یاکھاے گا
نوشیدن	پینا	نوشد	"
خواندن	پڑھنا	خواند	"
نوشتن	لکھنا	نویسد	:
خوابیدن	سونا	خوابد	:
بیدارشدن	جاگنا	بیدارشود	"

فعل ماضی استمراری:

وہ فعل ہے جس میں گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کا کرناہونایاسہناجاری پایاجائے۔ مثلاًاکبرپڑھتاتھا، عائشہ لکھتی تھی، اکرم دوڑرہاتھاوغیرہ

بنانے کا قاعدہ: ماضی مطلق سے پہلے می کا استعمال کرنے سے ماضی استمراری کا صیغہ واحد غائب بن جاتا ہے جیسے می خورد، می نالید

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
خریدن	می خرید	می خریدند	می خریدی	می خریدید	می خریدم	می خریدیم
خریدنا	وہ خرید رہا تھا	وہ خرید رہے تھے	تو خرید رہا تھا	تم خرید رہے تھے	میں خرید رہا تھا	ہم خرید رہے تھے
دویدن	می دوید	می دویدند	می دویدی	می دویدید	می دویدم	می دویدیم
دوڑنا	وہ دوڑ رہا تھا	وہ دوڑ رہے تھے	تو دوڑ رہا تھا	تم دوڑ رہے تھے	میں دوڑ رہا تھا	ہم دوڑ رہے تھے

سوالات:

1) خوردن مصدر سے ماضی استمراری کی گردان بنائیں۔
2) نشستن مصدر سے ماضی استمراری کی گردان بنائیں۔
3) ماضی استمراری کا قاعدہ بیان کریں۔

فعل ماضی شکیہ کی تعریف:

وہ فعل ہے جس میں گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کا ہونا، کرنا یا سہنا شک کے ساتھ پایا جائے۔ جیسے اوآمدہ باشد (وہ آیا ہوگا)

بنانے کا قاعدہ: ماضی مطلق کے بعد "ہ اور باشد" کا اضافہ کرنے سے ماضی شکیہ کا صیغہ واحد غائب بن جاتا ہے۔

کرد سے کردہ باشد

نشست سے نشستہ باشد

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
کردن	کردہ باشد	کردہ باشند	کردہ باشی	کردہ باشید	کردہ باشم	کردہ باشیم
کرنا	اس نے کیا ہو گا	انھوں نے کیا ہو گا	تو نے کیا ہو گا	تم نے کیا ہو گا	میں نے کیا ہو گا	ہم نے کیا ہو گا
نشستن	نشستہ باشد	نشستہ باشند	نشستہ باشی	نشستہ باشید	نشستہ باشم	نشستہ باشیم
بیٹھنا	وہ بیٹھا ہو گا	وہ بیٹھے ہونگے	تو بیٹھا ہو گا	تم بیٹھے ہونگے	میں بیٹھا ہونگا	ہم بیٹھے ہونگے

سوالات:

1) آمدن مصدر سے ماضی شکیہ کی گردان بنائیں۔

2) رفتن مصدر سے ماضی شکیہ کی گردان بنائیں۔

3) ماضی شکیہ کا قاعدہ بیان کریں۔

ماضی شرطی یا تمنائی: وہ ماضی جس میں کسی کام کے کرنے یا ہونے کی حالت گزرے ہوئے زمانے میں ظاہر ہو اور اس میں کسی کام کے کرنے یا ہونے کی شرط یا تمنا اور آرزو پائی جائے وہ ماضی شرطی یا تمنائی کہلاتی ہے جیسے :

اگر تو محنت کردی کامیاب شدی

اگر تو محنت کرتا کامیاب ہو جاتا

بنانے کا قاعدہ: ماضی مطلق کے بعد ''ی'' کا اضافہ کرنے سے ماضی شرطی یا تمنائی بن جاتی ہے اس کے صرف تین صیغے ہوتے ہیں۔ واحد غائب، جمع غائب اور واحد متکلم

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
پروردن	پروردی	پروردندی	×	×	پروردمی	×
پالنا	وہ پالتا	وہ پالتے	×	×	میں پالتا	×
گفتن	گفتی	گفتندی	×	×	گفتمی	×
کہنا	وہ کہتا	وہ کہتے	×	×	میں کہتا	×

فعل مضارع: وہ فعل جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جائیں اور یہ فعل تین معنی دے کبھی حال کے خاص، کبھی مستقبل کے خاص اور کبھی اپنے معنی دے اور جس سے دونوں زمانوں کا اظہار ہوتا ہو جیسے: رود (جاتا ہے یا جائے گا) خورد (کھاتا ہے یا کھائے گا) آید (آتا ہے یا آئے گا) وغیرہ۔

بنانے کا طریقہ: اس کے بنانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے لیکن عام طور پر یہ ہے کہ مصدر کے آخر سے ''تن یا دن'' دور کر دیا جاتا ہے اور باقی لفظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے اس کے آخر میں ''د'' ساکن اور دال سے پہلے والے حرف پر زبر لگا دی جاتی ہے۔

جیسے: آمدن سے آید کردن سے کرد گفتن سے گوید

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتن	گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوییم
کہنا	وہ کہتا ہے یا کہے گا	وہ کہتے ہیں یا کہیں گے	تو کہتا ہے یا کہے گا	تم کہتے ہو یا کہو گے	میں کہتا ہوں یا کہوں گا	ہم کہتے ہیں یا کہیں گے

سوالات:

1) خوردن مصدر سے فعل مضارع کی گردان بنایئں۔
2) نشستن مصدر سے فعل مضارع کی کی گردان بنایئں۔
3) فعل مضارع کا قاعدہ ل کا قاعدہ لکھیں۔

ذیل دیے گئے مضارع سے گردانیں بنایئں:

فارسی مصدر	اُردو	مضارع	اُردو
آمدن	آنا	آید	آتا ہے یا آے ئ گا
رفتن	جانا	رود	جاتا ہے یا جاے گا
خوردن	کھانا	خورد	کھاتا ہے یا کھاے گا
نوشیدن	پینا	نوشد	"
خواندن	پڑھنا	خواند	"

نوشتن	لکھنا	نویسد	:
خوابیدن	سونا	خوابد	:
بیدار شدن	جاگنا	بیدار شود	"

فعل حال: کا بیان:

وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا، ہونا، سہنا موجودہ زمانے مین پایا جائے۔ جیسے

می آید (وہ آتا ہے)　　　　می نویسد (وہ لکھتا ہے)

بنانے کا طریقہ: مضارع سے پہلے ''می یا ہمی'' لگانے سے فعل حال بنتا ہے جیسے آید سے می آید، نویسد سے می نویسد۔

(نوٹ) می کے ساتھ ماضی مطلق لگانے سے ماضی استمراری بن جاتی ہے اور می کے ساتھ مضارع لگانے سے فعل حال بن جاتا ہے۔

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ترسیدن	می ترسد	می ترسند	می ترسی	می ترسید	می ترسم	می ترسیم
ڈرنا	وہ ڈرتا ہے	وہ ڈرتے ہیں	تو ڈرتا ہے	تم ڈرتے ہو	میں ڈرتا ہوں	ہم ڈرتے ہیں
دیدن	می بیند	می بینند	می بنی	می بینید	می بینم	می بینیم

دیکھنا	وہ دیکھتا ہے	وہ دیکھتے ہیں	تو دیکھتا ہے	تم دیکھتے ہو	میں دیکھتا ہوں	ہم دیکھتے ہیں

سوالات:

1) خواندن مصدر سے فعل حال کی گردان بنائیں۔
2) نشستن مصدر سے فعل حال کی گردان بنائیں۔
3) فعل حال کا قاعدہ بیان کریں۔

ذیل دیے گئے مصادر سے فعل حال میں جملے بنائیں:

فارسی مصدر	اُردو	مضارع	اُردو
آمدن	آنا	آید	آتا ہے یا آے ئ گا
رفتن	جانا	رود	جاتا ہے یا جاے گا
خوردن	کھانا	خورد	کھاتا ہے یا کھاے گا
نوشیدن	پینا	نوشد	"
خواندن	پڑھنا	خواند	"
نوشتن	لکھنا	نویسد	:
خوابیدن	سونا	خوابد	:
بیدار شدن	جاگنا	بیدار شود	"

فعل مستقبل کا بیان:

وہ فعل جس میں آنے والا زمانہ پایا جائے فعل مستقبل کہلاتا ہے جیسے :

خواہی رفت (تو جائے گا)　　　خواہد آمد (وہ آئے گا)

بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق سے پہلے ''خواہد'' لگانے سے فعل مستقبل کا صیغہ واحد غائب بن جاتا ہے۔ جیسے آوردن سے خواہد آورد (وہ لائے گا) گردان کرتے وقت ''خواہد'' بدل جائے گا اور ماضی مطلق ہر صیغے کے ساتھ اسی طرح استعمال ہو گا۔

گردان

مصدر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
آراستن	خواہد آراست	خواہند آراست	خواہی آراست	خواہید آراست	خواہم آراست	خواہیم آراست
سنوارنا	وہ سنواریگا	وہ سنوارینگے	تو سنوارے گا	تم سنوارو گے	میں سنوارونگا	ہم سنوارینگے
فہمیدن	خواہد فہمید	خواہند فہمید	خواہی فہمید	خواہید فہمید	خواہم فہمید	خواہیم فہمید
سمجھنا	وہ سمجھے گا	وہ سمجھیں گے	تو سمجھے گا	تم سمجھو گے	میں سمجھوں گا	ہم سمجھیں گے

سوالات:

1) خواندن مصدر سے فعل مستقبل کی گردان بنائیں۔
2) نشستن مصدر سے فعل مستقبل کی گردان بنائیں۔

3) فعل مستقبل کا قاعدہ بیان کریں۔

4) دیدن، کردن، خوابیدن اور خوردن مصدر سے فعل مستقبل کے جملے بنایئں۔

مندرجہ ذیل پیراگراف کو اردو یا انگریزی میں ترجمہ کریں

میں خط لکھوں گا، استاد پڑھایں گئے، شام کھانا کھائے گا، کرکت کھیلیں گئے۔ ہم کام کرین گئے۔ والدہ ہمیں کھانا اور دودھ عنایت کریں گئی۔

فعل امر و نہی کا بیان

فعل امر:

وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم پایا جائے اور چونکہ حکم کا تعلق مخاطب سے ہوتا ہے اور بعض دفعہ بلواستہ حکم دیا جاتا ہے مثلا راشد سے کہیں میرا کوٹ لے آئے بعض مفکر اس کے دو ہی صیغے مانتے ہیں۔ واحد حاضر اور جمع حاضر

بنانے کا قاعدہ: فعل مضارع کا آخری حرف دور کرنے سے فعل امر کا صیغہ واحد حاضر بن جاتا ہے اور شروع میں ''ب'' زیادہ کر دیتے ہیں، مثلاً

رود سے رو اور ب کی اضافت کے ساتھ **برو**

کند سے کن اور ب کی اضافت کے ساتھ بکن

باقی کے صیغوں کی ترتیب مساوی ہے

گردان

مصدر	واحد حاضر	جمع حاضر				

رفتن	برو	بروید				
جانا	توجا	تم جائو				
نویشتن	بنویس	بنویسید				
لکھنا	تو لکھ	تم لکھو				
آمدن	بیا	بیایند				
آنا	تو آ	تم آو				
خواندن	بخوان	بکواند				
پڑھنا	توپڑھ	تم پڑھو				

سوالات:

1) خوردن مصدر سے فعل امر کی کی گردان بنایئیں۔

2) نشستن مصدر سے فعل امر کی کی گردان بنایئیں۔

3) فعل امر کا کا قاعدہ بیان کریں۔

4) کوئی چار مصادر سے فعل امر کا صیغہ واحد حاضر لکھیں۔

فعل نہی:

فعل نہی وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے کرنے سے منع یا روک لیا جائے مثلا

مکن (مت کر) یا نکن مرو (مت جا) یا نرو مخور (مت کھا) یا نخور

بنانے کا طریقہ: **فعل** امر کے صیغہ واحد حاضر سے ''ب'' کو ہٹا کر ''م یا ن'' کا اضافہ کرنے سے **فعل** نہی بن جاتا ہے جیسے

بکن سے مکن یا نکن (مت کر)

بنویس سے منویس یا ننویس (مت لکھ

فعل امر کی طرح اس کے بھی دو ہی صیغے ہوتے ہیں (واحد حاضر، جمع حاضر)

مصدر

واحد حاضر	جمع حاضر					
مگو	مگوئید					
تو مت کہہ	تم مت کہو					
نخور	نخورید					
تو مت کھا	تم مت کھائو					

سوالات:

1) رفتن مصدر سے فعل نہی کی گردان بنائیں۔
2) نوشتن مصدر سے فعل نہی کی گردان بنائیں۔
3) فعل نہی کا قاعدہ تحریر کریں۔
4) فعل نہی کی تعریف کریں۔

UNIT-III

1۔ توانا بود ہر کہ دانا بود

(طاقت ور وہی ہوتا ہے جو عقل مند ہوتا ہے)

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خداوند	مالک	خورشید	سورج
ماہ	چاند	نامش	اُس کا نام
خرد	عقل	دادراہ	رہنمائی کی
مدان	نہ جان (دانستن مصدر سے جاننا داند مضارع مدان فعل نفی)		
کردگار	پیدا کرنے والا	سپہر	آسمان
فروزندۂ	روشن کرنے والا،	گرای	میل رکھ
دانش	عقل	ناہید	زہرہ ستارہ
مہر	سورج	بد	بُرا
نیابی	تو نہ پائے (یابیدن مصدر سے یابد مضارع نیابی فعل نفی)		
گزند	نقصان	در	دروازہ
بی نیازی	بے احتیاجی	بجوی	تو تلاش کر (جستن مصدر سے تلاش کر)
چند	کچھ	نادان	بے وقوف
نالد	روتا ہے (نالیدن مصدر سے نالد مضارع)		

سنگ	پتھر	کوہ	پہاڑ
زیرا کہ	اس لئے کہ	شکوہ	شان وشوکت
توانا	طاقت ور	دانا	عقل مند

۱۔بہ نام خداوند خورشید وماہ

کہ دل رابہ نامش خرد دادراہ

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو سورج اور چاند کا مالک ہے،اسی کے بابرکت نام سے ہی عقل دل کی رہنمائی کرتی ہے۔

تشریح:۔دونوں جہان کے خالق یعنی خدا تعالیٰ کے نام سے شروع کرتے ہوئے فردوسی کہتا ہے کہ یہ سورج اور چاند خدا کے حکم سے ہی اپنا وجود رکھتے ہیں اور دنیا کو روشن کئے ہوئے ہیں۔مزید کہتا ہے خدا نے عقل جیسی دولت انسان کو عطا کرکے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور یہی عقل دل کی رہنمائی کرتی ہے اور اسے صحیح راستے پر چلنے کی تلقین کرتی ہے۔دیگر مخلوقات سے انسان میں بنیادی فرق عقل کا ہے اور اسی کی بنیاد پر روز محشر سوال وجواب بھی ہونے ہیں۔

۲۔ جزاورا مدان کردگار سپہر

فروزندۂ ماہ وناہید ومہر

ترجمہ:۔سوائے اللہ تعالیٰ کے تو کسی اور کو آسمان کا پیدا کرنے والا مت جان وہی واحد ذات ہے جس نے چاند، ستاروں اور سورج کو روشن کیا ہوا ہے۔

تشریح:۔فردوسی کہتا ہے کہ اے انسان تجھے کبھی اپنے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں لانی چاہئے کہ اس زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا خدا کے سوا کوئی اور ہے۔خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جس نے چاند ستاروں اور سورج کو روشنی عطا کی لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے اور اسے ہی کارساز مانے۔

۳۔ بہ دانش گرای وبد و شو بلند

چو خواہی کہ از بد نیابی گزند

ترجمہ :۔ تو عقل سے اپنا تعلق پیدا کر اور اسی سے بلند مرتبہ بن جا اگر تو چاہتا ہے کہ کوئی برا انسان تجھے نقصان نہ پہنچائے۔

تشریح :۔ شاعر انسان سے مخاطب ہے کہ اے انسان ! اگر تو یہ چاہتا ہے کہ سماج کا کوئی بری سوچ رکھنے والا آدمی تیرے معاملات میں خلل نہ ڈالے تو تجھے صرف عقل سے ہی واسطہ رکھنا چاہئے اور عقل کی وساطت سے تجھے ایسے ایسے کارنامے انجام دینے چاہئے تاکہ تو ہر ایک کی نظر میں بلند مقام ہو جائے۔

۴۔ ز دانش در بی نیازی بجوی

و گرچند سختیت آید بہ روی

ترجمہ :۔ اے انسان تو عقل سے خدا تعالٰی کے در کی تلاش کر جو ہر چیز سے بے نیاز ہے اور اگر تجھے اس راہ میں کچھ مشکلات آئیں تو تو ان کا ڈٹ کر سامنا کر۔

تشریح :۔ شاعر عقل کو ہر چیز پر ترجیح دے رہا ہے کہتا ہے کہ اگر تجھے خدا تعالٰی نے عقل عنایت فرمائی ہے تو تو اس کی مدد سے دنیا اور آخرت دونوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ خدا سے قربت بنا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس راہ میں تجھے چند دشواریاں آئیں تو ایسے میں کبھی حوصلہ پست نہیں کرنا ہے بلکہ ثابت قدمی سے اس راستے کو طے کرنا ہے۔

۵۔ ز نادان بنالد دل سنگ و کوہ

از یرا ندارد بر کس شکوہ

ترجمہ :۔ جاہل آدمی سے پتھر اور پہاڑ کا دل بھی روتا ہے کیونکہ ایسے آدمی کا کسی کے سامنے کوئی مرتبہ یا پہچان نہیں ہوتی ہے۔

تشریح :۔ہمیں خداتعالیٰ کالاکھ شکر بجالاناچاہئے کہ اس نے ہمیں عقل جیسی دولت سے سرفراز فرمایاہے۔کیونکہ جس کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے وہ اس کی مدد سے دین اور دنیادونوں حاصل کر سکتاہے۔اس کے برعکس جو بے وقوف اور نادان لوگ ہوتے ہیں وہ سب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوتے ہیں کوئی بھی انسان ان پراعتماد نہیں کرتاہے۔

۶۔توانابود ہر کہ دانابود

زدانش دل پیر برنابود

ترجمہ :۔وہی آدمی طاقتور ہوتاہے جو عقل مند ہوتاہے۔ عقل کی وجہ سے ہی بوڑھے آدمی کادل ہمیشہ جوان رہتاہے۔

تشریح:۔ جسمانی طاقت رکھنے والے کو ہم طاقتور نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ صحیح معنوں میں طاقتور وہی ہوتاہے جس کے پاس عقل کی طاقت ہے۔کیونکہ یہ ایک ایسی طاقت ہے جوانسان کو کبھی بوڑھا نہیں ہونے دیتی ہے۔ عقل کی مدد سے انسان ایسے ایسے کارنامے انجام دیتارہتاہے کہ اسے کبھی بڑھاپا محسوس ہی نہیں ہوتاہے۔

خلاصہ توانابود ہر کہ دانابود:

فردوسی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرتے ہوئے کہتاہے خدانے عقل جیسی دولت انسان کو عطاکر کے اشرف المخلوقات بنایاہے اوریہی عقل دل کی رہنمائی کرتی ہے اوراسے صحیح راستے پر چلنے کی تلقین کرتی ہے۔جسمانی طاقت رکھنے والے کو ہم طاقتور نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ صحیح معنوں میں طاقتور وہی ہوتاہے جس کے پاس عقل کی طاقت ہے۔کیونکہ یہ ایک ایسی طاقت ہے جوانسان کو کبھی بوڑھا نہیں ہونے دیتی ہے۔ عقل کی مدد سے انسان ایسے ایسے کارنامے انجام دیتارہتاہے کہ اسے کبھی بڑھاپا محسوس ہی نہیں ہوتاہے۔انسان نے کب سوچاتھاکہ چاند ستارون پر قدم رکھے گا۔اس لیے اے انسان، سوائے اس ذات کے توکسی اور کوآسمان کاپیداکرنے والامت جان وہی واحد ذات ہے جس نے چاند، ستاروں اور سورج کوروشن کیاہواہے۔تجھے کبھی اپنے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں لانی چاہئے کہ اس زمین اورآسمان کوپیداکرنے والاخداکے سواکوئیاورہے۔ صرف سے اپنا تعلق پیداکرااوراسی سے بلند

مرتبہ بن جا اگر تو چاہتا ہے کہ کوئی برا انسان تجھے نقصان نہ پہنچائے۔اور عقل کی وساطت سے تجھے ایسے ایسے کارنامے انجام دینے چاہیئے تاکہ توہر ایک کی نظر میں بلند مقام ہو جائے۔اے انسان تو عقل سے خدا تعالیٰ کے در کی تلاش کر جو ہر چیز سے بے نیاز ہے اور اگر تجھے اس راہ میں کچھ مشکلات آئیں تو توان کاڈٹ کر سامنا کر شاعر عقل کو ہر چیز پر ترجیح دے رہا ہے کہتا ہے کہ اگر تجھے خدا تعالیٰ نے عقل عنایت فرمائی ہے تو تو اس کی مدد سے دنیا اور آخرت دونوں کو حاصل کر سکتا ہے۔خدا سے قربت بنا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس راہ میں تجھے چند دشواریاں آئیں تو ایسے میں کبھی حوصلہ پست نہیں کرنا ہے بلکہ ثابت قدمی سے اس راستے کو طے کرنا ہے۔نادان سے مخاطب ہو کر بیان کرتے ہیں کہ جاہل آدمی سے پتھر اور پہاڑ کا دل بھی روتا ہے کیونکہ ایسے آدمی کا کسی کے سامنے کوئی مرتبہ یا پہچان نہیں ہوتی ہے۔ اور وہی آدمی طاقتور ہوتا ہے جو عقل مند ہوتا ہے۔ عقل کی وجہ سے ہی بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ جوان رہتا ہے اور اسے کبھی بڑھاپا محسوس ہی نہیں ہوتا ہے

سوالات:

۱ "بہ نام خدا" کا خلاصہ لکھین۔

۲ "بہ نام خدا" اشعار کا ترجمہ و تشریح کریں۔

۳ "بنام خدا" میں پائے جانے والے مصادر الگ کریں۔

۲بخور تاتوانی به بازوی خویش:

حل لغت:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
او فتاد	گراہوا (افتادن مصدر سے افتد)		
تکیہ	بھروسہ	برآفرینندہ	خدا پر
صنع	کاری گری	بی دست وپا	بغیر ہاتھ پاؤں کے
لطف	مہربانی	درویش	فقیر
شوریدہ	پریشان حال	شغال	گیڈر
چنگ	پنجہ	نگوں بخت	بد بخت
روباہ	لومڑی	کنج	کونہ
پیل	ہاتھی	زنخدان	ٹھوڑی
استخوان	ہڈیاں	پوست	کھال
ضعیفی	بڑھاپا	شغل	اپاہج
درماندہ	بچاہوا	سعیت :	تیری کوشش (سعی کے ساتھ ت ضمیر حاضر)
تیمار	غم خوار	حبیب	گریبان
دغل	کمینہ	فرو ماندہ	حیران رہنا
شوریدہ	پریشان حال		

ترجمہ وتشریح:

۱۔ یکی روبہی دیدبی دست وپای

فروماند در لطف وصنع خدای

ترجمہ وتشریح:۔ایک شخص نے ایک بغیر ہاتھ پاؤں والی لومڑی کو دیکھا تو وہ اللہ کی مہربانی اور کاریگری پر حیران ہو گیااور ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا۔اس حکایت میں سعدیؔ شیرازی نے ایک اپاہج لومڑی اور درویش کا قصہ بیان کیا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ جب اس درویش کی نظر اس لومڑی پر پڑی جس کے نہ ہاتھ تھے اور نہ پاؤں تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔

۲۔ کہ چون زندگانی بسر می برد

بدون دست وپای از کجامی خورد

ترجمہ وتشریح:۔لومڑی کی وہ حالت دیکھ کر درویش سوچنے لگا کہ یہ لومڑی کس طرح اپنی زندگی بسر کرتی ہے اور ہاتھ پاؤں نہ ہونے کی وجہ سے یہ کیسے اپنی خوراک حاصل کرتی ہے اور کھاتی ہے۔یعنی ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے بھی بامشکل غذا حاصل ہوتی ہے یہ تو بیچاری مکمل اپاہج ہے۔

۳۔ درین بود درویش شوریدہ رنگ

کہ شیری درآمد شغالی بہ چنگ

ترجمہ وتشریح:۔وہ پریشانی میں ڈوبا ہوا درویش ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ یہ لومڑی اسی طرح بھوکی مر جائے گی اس کو کون کھانے پینے کے لئے کچھ دے گا کہ ایک شیر اپنے پنجے میں ایک گیدڑ کو دبائے ہوئے وہاں آپہنچا۔

۴۔ شغال نگون بخت راشیر خورد

بماند آنچہ روباہ از آن سیر خورد

ترجمہ و تشریح:۔اس بدبخت گیدڑ کو شیر نے کھایااور جو کچھ باقی بچ گیااسے لومڑی نے پیٹ بھر کر کھالیا یہ سب دیکھ کراس درویش کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ایسے لگ رہاتھا کہ خدانے خاص طور پر اس شیر کو حکم دیا ہے کہ تو نے اس گیدڑ کو وہاں جا کر کھانا ہے جہاں وہ اپاہج لومڑی رہ رہی ہے۔

۵۔دگر روز باز اتفاق او فتاد

کہ روزی رساں قوت روزش بداد

ترجمہ و تشریح:۔دوسرے روز بھی کچھ اسی طرح کا اتفاق ہوا۔روزی پہچانے والے نے اپنی قدرت سے اس لومڑی تک خوراک پہنچائی اور اس نے پیٹ بھر کر کھایا۔یعنی دوسرے دن بھی شیر اپنا شکار لے کر اسی جگہ آیا کچھ شیر نے کھایا اور جو بچ گیا اسے لومڑی نے سیر ہو کر کھایا۔

۶۔یقین،دیدہ مرد بینندہ کرد

شد و تکیہ برآفرینندہ کرد

ترجمہ و تشریح:۔اس درویش کو وہ سارا واقعہ دیکھ کر یقین ہو گیا وہ وہاں سے چلا گیا اور خدا پر اس نے مکمل بھروسہ کرلیا۔یعنی شروع میں جب درویش نے اس لومڑی کو دیکھا تھا تو وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھوک وپیاس کی وجہ سے مر جائے گی لیکن اللہ نے اس کو روزی پہنچانے کے جو ذرائع بنائے وہ دیکھ کر درویش نے خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ کر لیا۔

۷۔کزین پس بہ کنجی نشینم چو مور

کہ روزی نخوردند پیلان بہ روز

ترجمہ و تشریح:۔کہ اس کے بعد میں بھی ایک چیونٹی کی طرح ایک کونے میں بیٹھتا ہوں کیونکہ ہاتھی بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر روزی نہیں کھاتا۔درویش کہنے لگا کہ دنیا میں کوئی بھی حیوان یا انسان اپنی طاقت سے روزی نہیں کھاتا ہے۔روزی تو اللہ کی ذات اپنی مرضی سے عطا کرتی ہے۔

۸۔ز نخدان فرو برد چندی بہ جیب

کہ بخشندہ روزی فرستد ز غیب

ترجمہ تشریح:۔ کچھ دنوں تک وہ درویش اسی طرح اپنی ٹھوڑی گریبان میں ڈالے رہااور سوچتا رہا کہ روزی پہچانے والا غیب سے روزی پہنچائے گا۔اصل میں اس لومڑی کو دیکھ کر درویش خوش ہو گیا کہ جہاں خدانے لومڑی کو روزی پہنچائی ہے وہاں مجھے بھی مل ہی جائے گی۔ میں روزی کی خاطر کیوں جدوجہد کروں۔

۹۔نہ بیگانہ تیمار خوردش نہ دوست

چو چنگش رگ واستخوان ماند و پوست

ترجمہ و تشریح:۔نہ کسی بیگانے نے اس کی تیمادار ی کی اور نہ کسی دوست نے حالت یہ ہو گئی تھی کہ اب اس کے جسم میں صرف پنجے، رگیں، ہڈیاں اور کھال ہی باقی رہ گئی تھی۔ وہ درویش اس لومڑی کی نقل کر کے کئی دنوں تک ایک کونے میں بیٹھا رہا۔ کسی نے اس کی خبر گیری نہ کی اور نہ کھانے پینے کے لئے کچھ دیا۔

۱۰۔چو صبرش نماند از ضعیفی و ہوش

ز دیوار محرابش آمد بہ گوش

ترجمہ تشریح:۔جب کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے اس کا صبر بھی جاتا رہااور ہوش بھی تو محراب کی دیوار سے اس کے کانوں میں ایک آواز آئی۔ یعنی جب درویش نے کئی دنوں تک کچھ کھایا پیا نہیں وہ سخت لاغر اور کمزور ہو گیا تو ایسے میں اسے غیب سے ایک آواز سنائی دی۔

۱۱۔ برو شیر درندہ باش ای دغل

مینداز خود را چو روباہ شل

ترجمہ و تشریح:۔اے کمینے انسان جااور چیر پھاڑ کرنے والا شیر بن تواپنے آپ کواس اپاہج لومڑی کی طرح نہ بنایعنی اس لومڑی کے توہاتھ پاؤں نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی روزی کاذریعہ بنارہاتھاتو بادست وپاہے تجھے اپنی روزی کے لئے خود کوشش کرنی چاہیے۔

۱۲۔ چنان سعی کن کز توماند چو شیر

چہ باشی چوروبہ، بہ واماندہ سیر

ترجمہ و تشریح:۔تواس طرح کوشش کر کہ شیر کی طرح تیراکھانا بھی باقی بچ جائے، تولومڑی کی طرح بچی ہوئی غذاسے کیوں اپناپیٹ بھرناچاہتاہے۔ مطلب یہ ہواکہ شیر کی طرح تودوسرے اپاہج لوگوں کی روزی روٹی کاذریعہ بن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تمام اعضائے جسمانی سے نوازاہواہے۔

۱۳۔ بخورتاتوانی بہ بازوی خویش

کہ سعیت بوددر ترازوی خویش

ترجمہ وتشریح:۔ جب تک ہوسکے تواپنے بازوکی طاقت سے کمایاہواکھاکیونکہ توجیسی اور جتنی کوشش اور محنت کرے گاتجھے ویسے ہی اس کاصلہ اور پھل ملے گاتیرایہ لومڑی کی طرح بن جانااللہ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

۱۴۔ بگیرای جوان دست درویش پیر

نہ خودرابیفگن کہ دستم بگیر

ترجمہ وتشریح :۔اے جوان آدمی توکمزور اورضعیف آدمی کاہاتھ تھام، اس کا سہارا بن نہ کہ خود گرِکردوسروں سے مدد طلب کریعنی انسان کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ وہ دوسرے کے لئے راحت وآسائش کاذریعہ بنے۔ جب تک زندہ رہے اپنے قدموں پر چلے، اپنے ہاتھوں کی کمائی کھائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کاشکر بجالائے کہ اس نے ہمیں تمام اعضائے جسمانی کے ساتھ پیداکیاہے۔

بخورتاتوانی بہ بازوی خویش کا خلاصہ :

سعدیؒ شیرازی نے ایک اپاہج لومڑی اور درویش کا قصہ بیان کیا ہے اور اصلاح معاشرہ کی ہے یہ بتایا ہے کہ انسان کو کس طرح لوگوں کی مدد کرنی چاہیے اسی پر شاعر کہتا ہے کہ جب اس درویش کی نظر اس لومڑی پر پڑی جس کے نہ ہاتھ تھے اور نہ پاؤں تو وہ سخت پریشان ہو گیا کہ یہ لومڑی کس طرح اپنی زندگی بسر کرتی ہے اور ہاتھ پاؤں نہ ہونے کی وجہ سے یہ کیسے اپنی خوراک حاصل کرتی ہے اور کھاتی ہے۔یعنی ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے بھی بامشکل غذا حاصل ہوتی ہے یہ تو بیچاری مکمل اپاہج ہے۔وہ پریشانی میں ڈوبا ہوا درویش ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ یہ لومڑی اسی طرح بھوکی مر جائے گی اس کو کون کھانے پینے کے لئے کچھ دے گا کہ ایک شیر اپنے پنجے میں ایک گیدڑ کو دبائے ہوئے وہاں آپہنچا۔اس بدبخت گیدڑ کو شیر نے کھایا اور جو کچھ باقی بچ گیا اسے لومڑی نے پیٹ بھر کر کھالیا یہ سب دیکھ کر اس درویش کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ایسے لگ رہا تھا کہ خدا نے خاص طور پر اس شیر کو حکم دیا ہے کہ تو نے اس گیدڑ کو وہاں جاکر کھانا ہے جہاں وہ اپاہج لومڑی رہ رہی ہے۔ دوسرے روز بھی درویش نے کچھ اسی طرح کا ماجرا دیکھا۔روزی پہچانے والے نے اپنی قدرت سے اس لومڑی تک خوراک پہنچائی اور اس نے پیٹ بھر کر کھایا۔یعنی دوسرے دن بھی شیر اپنا شکار لے کر اسی جگہ آیا کچھ شیر نے کھایا اور جو بچ گیا اسے لومڑی نے سیر ہو کر کھایا۔اس درویش کو وہ سارا واقعہ دیکھ کر یقین ہو گیا وہ وہاں سے چلا گیا اور خدا پر اس نے مکمل بھروسہ کر لیا۔یعنی شروع میں جب درویش نے اس لومڑی کو دیکھا تھا تو وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھوک و پیاس کی وجہ سے مر جائے گی لیکن اللہ نے اس کو روزی پہنچانے کے جو ذرائع بنائے وہ دیکھ کر درویش نے خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ کر لیا۔ کچھ دنوں تک وہ درویش اسی طرح اپنی ٹھوڑی گریبان میں ڈالے رہا اور سوچتا رہا کہ روزی پہچانے والا غیب سے روزی پہنچائے گا۔اصل میں اس لومڑی کو دیکھ کر درویش خوش ہو گیا کہ جہاں خدا نے لومڑی کو روزی پہنچائی ہے وہاں مجھے بھی مل ہی جائے گی۔میں روزی کی خاطر کیوں جدوجہد کروں۔اب اس کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ اب اس کے جسم میں صرف پنجے، رگیں، ہڈیاں اور کھال ہی باقی رہ گئی تھی۔وہ درویش اس لومڑی کی نقل کر کے کئی دنوں تک ایک کونے میں بیٹھا رہا۔کسی نے اس کی خبر گیری نہ کی اور نہ کھانے پینے کے لئے کچھ دیا، جب کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے اس کا

صبر بھی جاتا رہا اور ہوش بھی تو محراب کی دیوار سے اس کے کانوں میں ایک آواز آئی۔ یعنی جب درویش نے کئی دنوں تک کچھ کھایا پیا نہیں وہ سخت لاغر اور کمزور ہو گیا تو ایسے میں اسے غیب سے ایک آواز سنائی دی۔

اے انسان جا اور چیر پھاڑ کرنے والا شیر بن یعنی اپنے ہاتھ سے رزق کمانے والا بن تو اپنے آپ کو اس اپاہج لومڑی کی طرح نہ شمار کر یعنی اس لومڑی کے تو ہاتھ پاؤں نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی روزی کا ذریعہ بنا رہا تھا تو بادست و پا ہے تجھے اپنی روزی کے لئے خود کوشش کرنی چاہیے۔ تو اس طرح کوشش کر کہ شیر کی طرح تیرا کھانا بھی باقی بچ جائے، تو لومڑی کی طرح بچی ہوئی غذا سے کیوں اپنا پیٹ بھرنا چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیر کی طرح تو دوسرے اپاہج لوگوں کی روزی روٹی کا ذریعہ بن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تمام اعضائے جسمانی سے نوازا ہوا ہے۔ لہذا جب تک ہو سکے تو اپنے بازو کی طاقت سے کمایا ہوا کھا اور دوسروں کو بھی کھلا۔ محتاج مخلوق کی طرح کبھی اپنے آپ کو دوسروں کے تکیے پر نہ رکھ۔

سوالات:

۱ "بخور تا توانی بہ بازوی خویش" کا خلاصہ لکھیں۔

۲ "بخور تا توانی بہ بازوی خویش" اشعار کا ترجمہ و تشریح کریں۔

۳ "بخور تا توانی بہ بازوی خویش" میں پائے جانے والے مصادر الگ کریں۔

3لطف حق:

(اللہ کی مہربانی)

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فگند	پھینک دیا(افگندن مصدر سے پڑا ہونا)		
ایزد پاک	خدا تعالیٰ	ناگہ	اچانک
سود	فائدہ	زیاں	نقصان
دست حق	قدرت کا ہاتھ	شیوہ	طریقہ
نسیان	فراموشی	دوش	کندھا
گم گشتہ	کھوئے ہوئے	بی توشہ	بغیر خرچ کے
سوزن	سوئی	دوخت	سیا ہوا
سوخت	جلایا(سوختن مصدر سے سوزد مضارع)		
ہولناک	خطرناک	سکان	رہنے والے
گسیخت	ٹوٹا	ریخت	گرایا
مستمنداں	حاجتمنداں	صخرہ	بڑا پتھر
ستیز	جھگڑا۔دشمنی	مکاہش	فریب
گرگ	بھیڑیا	تیرگی	،اندھیرا
زشت	بُرا	خشت	اینٹ

دود	دھواں	قصر	محل
عناد	دشمنی	عار	شرم۔عیب
فسار	تکمہ،لگام	معبد	عبادت گاہ
تیہ	تکبر۔غرور	ضلال	گمراہی
کرگس	گدھ	تیرہ	سیاہ
برقی	بجلی	پشہ ئی	مچھر
گم گشتہ	گم ہوئے	لنگر	وزنی لوہا
چاہہا	کنویں	محضر	حاضر،موجود
ہوا	لالچ		

۱۔مادر موسی چو موسی را بنیل

در فگند از گفتۂ رَبِّ جلیل

۲۔خود ز ساحل کرد با حسرت نگاہ

گفت: کای فرزند خرد بی گناہ

۳۔ گر فراموشت کند لطف خدای

چون رہی زین کشتی بی ناخدای؟

۴۔ گر نیارد ایزد پاکت بباد

آب خاکت را دہد ناگہ بباد

۵۔وحی آمد کاین چہ فکر باطلست

رہرو مااینک اندر منزلست

۶۔پردۂ شک رابرانداز از میان

تابینی سود کردی یازیان

۷۔ماگرفتیم آنچہ راانداختی

دست حق رادیدی ونشناختی

۸۔درتوتنہاعشق ومہرمادریست

شیوۂ ماعدل وبندہ پروریست

۹۔نیست بازی کارحق خودرامباز

آنچہ بردیم ازتو، بازآریم باز

۱۰۔ سطح آب ازگاہوارہ اش خوشترست

دایہ اش سیلاب وموجش مادرست

۱۱۔رودہاازخودنہ طغیان می کنند

آنچہ می گوییم ما،آن می کنند

۱۲۔مابدریاحکم طوفان می دہیم

مابسیل وموج فرمان می دہیم

!۱۳۔نسبت نسیان بذات حق مدہ

بارکفرست این بدوش خودمنہ

۱۴۔ نقش ہستی، نقشی ازایوان ماست

خاک و باد وآب سر گردان ماست

۱۵۔مابسی گم گشتہ بازآورده ایم

مابسی بی توشہ راپرورده ایم

۱۶۔ میہمان ماست ہر کس بینواست

آشنا باماست، چون بی آشناست

۱۷۔مابخوانیم ارچہ مارارد کنند

عیب پوشیہا کنیم اربد کنند

۱۸۔سوزن مادوخت ہر جاہر چہ دوخت

زآتش ماسوخت،ہر شمعی کہ سوخت

۱۹۔ کشتی زآسیب موجی ہولناک

رفت وقتی سوی غرقاب ہلاک

۲۰۔ تندبادی کرد سیر ش راتباہ

روزگار اہل کشتی شد سیاہ

۲۱۔طاقتی در لنگر وسکان نماند

قوتی در دست کشتنبان نماند

۲۲۔ناخدایان راکیاست اندکیست

ناخدای کشتی امکان یکیست

۲۳۔ بندھا را تار و پود از ہم گسیخت

موج از ہر جا کہ راہی یافت ریخت

۲۴۔ ہر چہ بود از مال و مردم آب برد

زآن گروہ رفتہ طفلی ماند خرد

۲۵۔ طفل مسکین چون کبوتر پر گرفت

بحر را چون دامن مادر گرفت

۲۶۔ بحر را گفتم دگر طوفان مکن

این بنای شوق را ویران مکن

۲۷۔ در میان مستمندان فرق نیست

این غریق خرد بہر غرق نیست

۲۸۔ صخرہ را گفتم مکن با او ستیز

قطرہ را گفتم بدان جانب مریز

۲۹۔ امر دادم باد را کہ آن شیر خوار

گیرد از دریا گذارد در کنار

۳۰۔ سنگ را گفتم بزیرش نرم شو

برف را گفتم کہ آب گرم شو

۳۱۔ صبح را گفتم بر ویش خندہ کن

نور را گفتم دلش را زنده کن

۳۲۔ لالہ را گفتم کہ نزدیکش بروی

ژالہ را گفتم کہ رخسارش بشوی

۳۳۔ خار را گفتم کہ خلخالش مکن

مار را گفتم کہ طفلک را مزن

۳۴۔ رنج را گفتم کہ صبرش اندکست

اشک را گفتم مکاہش کودکست

۳۵۔ گرگ را گفتم تن خردش مدر

دزد را گفتم گلوبندش مبر

۳۶۔ بخت را گفتم جہانداریش دہ

ہوش را گفتم کہ ہشیاریش دہ

۳۷۔ تیرگیہا را نمودم روشنی

ترسہا را جملہ کردم ایمنی

۳۸۔ ایمنی دیدند و ناایمن شدند

دوستی کردم مرا دشمن شدند

۳۹۔ کارہا کردند، اما پست و زشت

ساختند آیینہ ہا اما ز خشت

۴۰۔ تا کہ خود بشناختند از راہ چاہ

چاہہا کندند مردم را براہ

۴۱روشنیہا خواستند، اما ز دود

قصرہا افراشتند اما برود

۴۲۔ قصہ ہا گفتند بی اصل و اساس

دزدہا بگماشتند از بہر پاس

۴۳۔ جامہا لبریز کردند از فساد

رشتہ ہا رشتند در دوک و عناد

۴۴۔ درسہا خواندند، اما درس عار

اسبہا راندند اما بی فسار

۴۵۔ دیوہا کردند دربان و وکیل

در چہ محضر، محضر حی جلیل

۴۶۔ سجدہ ہا کردند بر ہر سنگ و خاک

در چہ معبد، معبد یزدان پاک

۴۷۔ رہنمون گشتند در تیہ ضلال

توشہ ہا بردند از وزر و وبال

۴۸۔ از تنور خود پسندی شد بلند

شعلہ کردارہای ناپسند

۴۹۔ وارہاندیم آن غریق بی نوا

تارہیدازمرگ وشد صید ہوا

۵۰۔ آخرآن نور تجلی دود شد

آن یتیم بی گنہ نمرود شد

۵۱۔ رز مجویی کرد باچون من کسی

خواست یاری ازعقاب وکرکسی

۵۲۔ کرد مش بامہربانیہابزرگ

شد بزرگ وتیرہ دل ترشدزگرگ

۵۳۔ برق عجب،آتش بسی افروختہ

وازشراری خانمان ہاسوختہ

۵۴۔ خواست تالاف خداوندی زند

برج وباروی خدارابشکند

۵۵۔ رای بدزدگشت پست وتیرہ رای

سرکشی کردوفگندیمش زپای

۵۶۔ پشہ ئی راحکم فرمودم کہ خیز

خاکش اندردیدۂ خودبین بریز

۵۷۔ تانماند باد عجبش دردماغ

تیرگی رانام نگذاردچراغ

۵۸۔ما کہ دشمن راچنین می پروریم

دوستان رااز نظرچون می بریم

۵۹۔آن کہ بانمرود این احسان کند

ظلم کی باموسی عمران کند

۶۰۔ایں سخن پروین نہ ازروی ہواست

ہرکجانوریست زانوار خداست

ترجمہ وتشریح لطف حق:

ا۔ حضرت موسیٰ کی ماں نے جب موسیٰ کو اللہ کے حکم سے لکڑی کے ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔

۲۔ تو خود کنارے پر کھڑی ہو کر اُسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی اور کہااے میرے لختِ جگر جو بہت ہی معصوم اور بے گناہ ہے۔

۳۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو بھلادے گا تو پھر تجھے اس کشتی سے جو ملاح کے بغیر چل رہی ہے کون باحفاظت باہر نکالے گا یعنی تیرے اس لکڑی کے صندوق کی کون حفاظت کرے گا۔

۴۔ اگر پاک پروردگار تجھے بھلادے گا تو دریا کا یہ پانی تجھے طوفان کے حوالے کردے گا اور تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔

تشریح شعر نمبر (ا تا ۴)

پروین اعتصامیؔ نے ان اشعار میں حضرت موسیٰ کا بچپن کا واقع بیان کیا ہے جب فرعون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ جو بھی بچہ جنم لیتا ہے اُسے مار دیا جائے تو تب موسیٰ کی ماں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ تو اپنے بچے کو لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریا نیل میں ڈال دے موسیٰ کی ماں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے بچے کو بھول جائے گا تو پھر کون اسے دریا سے باہر نکالے گا ۔ پھر اپنے آپ کو تسلی دیتی تھی کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر وعدہ نبھانے والا ہے۔

۵۔ موسیٰ کی ماں یہی سوچ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہو گئی کہ تیری یہ کیسی باطل سوچ ہے۔ ہمارا مسافر یعنی حضرت موسیٰ تو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

۶۔ تو اپنے دل سے شک کا پردہ ہٹا تا کہ تو دیکھ سکے کہ تو نے نفع کا کام کیا ہے یا نقصان کا۔

۷۔ جسے تو نے ہمارے حکم سے دریا میں ڈالا تھا اس کو ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اصل میں تو نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہ دیکھا ہے اور نہ پہچانا ہے۔

۸۔ آپ کے اندر صرف مادرانہ شفقت یعنی ماں کی ممتا ہے اور ہمارا طریقہ کار بندہ پروری اور سب کے ساتھ ایک جیسا انصاف کرنا ہے۔

تشریح شعر نمبر (۵تا۸)

ان اشعار میں شاعرہ لکھتی ہیں کہ جب حضرت موسیٰ کی ماں زیادہ پریشان ہونے لگی تو خدا نے یہ وحی نازل کر دی کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا مہمان باحفاظت اپنی منزل کی جانب آگے بڑھ رہا ہے لہٰذا آپ کو یہ اس طرح کی باطل سوچ ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میری امانت ہے۔ امانت کو میں ضائع نہیں کرتا۔ آپ اس لئے رنجیدہ ہیں کہ آپ صرف موسیٰ کی ماں ہیں میں اس ساری کائنات کا پالنے والا ہوں۔ مجھے سب کے ساتھ انصاف کرنا ہوتا ہے۔ اب جان لو کہ موسیٰ میری تحویل میں آگیا ہے۔ وہ آپ سے بھی زیادہ حفاظت میں ہے۔

۹۔ خدا تعالیٰ کے معاملات کوئی کھیل نہیں ہیں لٰہذا تو ہر گزان کو کھیل نہ سمجھ۔اب رہی بات اس امانت کی جو ہم نے آپ سے لی ہے تو جان لو کہ اسے ہم یقیناآپ کو لوٹادیں گے۔

۱۰۔ پانی کی سطح موسیٰ کے لئے پنگھوڑے سے بھی زیادہ آرام دہ اور خوش رکھنے والی ہے۔سیلاب،دریااور لہریں ماں کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔یعنی خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو آرام پہنچانے کی خاطر پانی کی سطح کو سیلاب کو اور دریا کی لہروں کو مندرجہ بالا کاموں پر تعینات کر دیا ہے۔

۱۱۔ دریااپنی مرضی سے سیلاب برپا نہیں کرتے انہیں جو حکم میں دیتاہوں وہ ہی بجالاتے ہیں۔

۱۲۔ ہم ہی دریاؤں کو طوفان لانے کا حکم دیتے ہیں اور ہم ہی سیلاب کو اور لہروں کو اوپر اٹھنے کا حکم صادر کرتے ہیں۔

تشریح شعر نمبر(۹۔۱۲)

ان اشعار میں پروین اعتصامی نے حضرت موسیٰ کی ماں کے سامنے خدا کی بے شمار قدرت کا بیان کیا ہے اور خود خدا سے کہلوایاہے کہ میرے کام کو کھیل مت سمجھو کہ جس میں کبھی ہار اور کبھی فتح ہوتی ہے۔رہی بات حضرت موسیٰ کی وہ اس وقت جتنا آرام محسوس کر رہاہے اتناآرام آپ کے پاس رہ کر بھی نہیں پاسکتا تھا میں نے پانی کی سطح کو حکم دے دیاہے کہ تو اس کے لئے پنگھوڑہ بن جا،سیلاب کو حکم دیاہے کہ تو اس کے لئے دایہ بن جا اور لہروں کو حکم دیاہے کہ تم ماں کے فرائض انجام دو۔یہ دریا،سمندر،لہریں اور سیلاب میرے حکم سے ہی چلتے ہیں۔آپ موسیٰ کی فکر نہ کرو وہ بہت جلد آپ کو واپس دے دیاجائے گا۔

۱۳۔ بھول جانے کاالزام خدا کی ذات پر مت لگا یہ کفر کا بوجھ ہے اس بوجھ کو تو اپنے کندھوں پر مت اٹھا ۔یعنی اے موسیٰ کی ماں تو یہ ہر گز نہ سوچ کہ خدا تعالیٰ موسیٰ کو دریا سے نکالنا بھول جائیں گے اگر تو ایسا سوچے گی تو مشرک ہو جائے گی اسلام سے خارج ہو جائے گی خدا کے حکم کے بنا تو ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔

۱۴۔ انسانی زندگی کا یہ جو نقش ہے یہ ہمارے ہی محلوں کا تیار کردہ نقش ہے۔ مٹی، ہوا اور پانی ہمارے ہی حکم کے محتاج ہے۔یعنی یہ سب چیزیں ہمارے ہی حکم سے حرکت کرتی ہیں۔

۱۵۔ میری ذات وہ ہے جس نے بہت سے گم ہوئے لوگوں کو واپس لایا ہے اور بہت سے ایسے لوگ تھے جن کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا ان کی بھی ہم نے پرورش کی ہے۔

۱۶۔ اس دُنیا میں جو کوئی غریب، لاچار اور بے سہارا ہے وہ ہمارا مہمان ہے۔ اور جس کو دنیا میں کوئی نہیں جانتا اسے ہم بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

تشریح شعر نمبر (۱۲۔۱۶)

پروین اعتصامیؔ نے ان اشعار میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بیان کیا ہے جو انسان کے تئیں ہیں۔یعنی انسان کو مٹی، ہوا اور پانی سے پیدا کیا ہے اور ان سب پر خدا کا ہی قبضہ ہے۔ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو بے سہارا، مجبور اور یتیم لوگ بہت زیادہ پسند ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی آہ عرش عظیم کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔آپ کہتی ہو کہ شاید اللہ تعالیٰ موسیٰ کو بھلا دے گا۔ میں نے تو بہت سے بھولے، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لایا ہے۔ موسیٰ تو میرا مہمان ہے اور مجھے بہت عزیز ہے۔دنیا میں کوئی یہ نہ کہے کہ اسے کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ایسا آدمی میرا سب سے زیادہ قریبی ہوتا ہے۔

۱۷۔ جو کوئی ہمیں رد کرتا ہے یعنی ماننے سے انکار کرتا ہے اسے بھی میں اپنی طرف بلاتا ہوں اور جو کئی میری برائی کرتا ہے میں اس کی بھی پردہ داری کرتا ہوں،اور اس کے گناہوں اور برائیوں پر پردہ ڈالتا ہوں۔

۱۸۔ دُنیا میں جہاں کہیں کوئی چیز سلائی کی گئی ہے وہ ہماری ہی سوئی سے سلائی کی گئی ہے اور جہاں بھی کوئی شمع جلائی گئی وہ ہماری ہی آگ سے جلائی گئی ہے۔

تشریح شعر نمبر (۱۷۔۱۸)

اللہ کی ذات بخشنے والی اور رحم فرمانے والی ہے۔اللہ کی رحمت کے سامنے انسان کے گناہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اسے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا رہتا ہے اس کے گناہوں پر پردہ ڈالتا رہتا ہے۔ پھر جب کوئی زیادہ ہی سرکشی اور بغاوت پر اتر آتا ہے تب اسے اس کے گناہوں کی سزا ملتی ہے۔

نمرود کے بارے میں

۱۹۔ جب کشتی اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی تو اچانک خطرناک لہروں نے اُسے گھیر لیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب کشتی بالکل ڈوب جانے کے قریب ہے۔

۲۰۔ تیز ہواؤں اور طوفان نے کشتی کے مسافروں کا سفر تباہ و برباد کر دیا اور کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے لئے زمانہ تاریک ہو گیا۔

۲۱۔ کشتی کے لنگر اور سکان (یعنی کشتی کے وہ حصے جن سے کشتی کو قابو میں کیا جا سکتا ہے) میں کوئی طاقت باقی نہ رہی اور یہاں تک کہ ملاح بھی بے بس ہو گیا اس کے بازو کام کرنا چھوڑ گئے۔

۲۲۔ ملاحوں میں عقل و ذہانت بہت کم ہوتی ہے یعنی جب طوفان کا خطرہ درپیش ہو تو ان کی عقل جواب دے دیتی ہے ملاحوں کو کشتی بچانے کا ایک ہی طریقہ سوجھتا ہے۔

تشریح شعر نمبر (۱۹۔۲۲)

مندرجہ بالا اشعار میں نمرود کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ بچپن میں وہ ایک بار ایک کشتی میں سوار تھا۔ وہ کشتی اچانک طوفان کی زد میں آ گئی۔ ملاح نے بچانے کی از حد کوشش کی لیکن کشتی نہ بچا سکا اور بالآخر اس کشتی میں جتنے بھی لوگ سوار تھے ان میں سے ایک بچے کو چھوڑ کر باقی سب ڈوب کر ختم ہو گئے۔ اس بچے کو خدا نے بچایا لیکن بڑا ہو کر وہی بچہ سرکشی کرنے لگا۔ معاذ اللہ خدا کا مقابلہ کرنے لگا۔

۲۳۔ جن رسیوں سے کشتی کنارے پر باندھی ہوئی تھی طوفان نے وہ سارا تانا بانا کاٹ ڈالا یعنی رسیوں کے تمام جوڑ کٹ گئے۔ پانی کی لہروں نے جہاں سے بھی راستہ پایا وہ کشتی میں داخل ہو گئیں اور کشتی کے اندر سے بہنا شروع ہو گئیں۔

۲۴۔ اُس کشتی میں جس قدر ساز و سامان یا لوگ سوار تھے سب کو پانی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ اس سارے گروہ میں سے ایک ہی بچہ باقی بچا تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا۔

۲۵۔ وہ چھوٹا مسکین بچہ کبوتر کی طرح پر کا سہارا لے رہا تھا۔ سمندر کو اُس بچے نے ماں کے دامن کی مانند سمجھ لیا تھا یعنی سمندر میں وہ اس طرح آرام محسوس کر رہا تھا کہ جیسے ماں کی گود میں لوریاں لے رہا ہو۔

۲۶۔ سمندر کو میں نے کہا کہ اب اور زیادہ طوفان برپا مت کر اور اس شوق کی عمارت کو تو ویران مت کر یعنی اس بچے کے لئے کہا کہ تو اسے تباہ و برباد مت کر یہ چھوٹا بچہ بہت عزیز ہے۔

تشریح شعر نمبر (۲۳۔۲۶)

جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو تب وقت نہیں لگتا۔ وہ کشتی جو ہمیشہ طوفانوں میں چلتی تھی آج وہ چلنے سے عاجز آ گئی۔ یعنی اس سے پہلے بھی وہ خدا کے حکم سے ہی چلتی تھی اور آج بھی فرق اتنا تھا کہ اس سے پہلے وہ خدا کے حکم سے چلتی تھی اور آج ڈوب رہی تھی خدا کی قدرت دیکھیئے کہ اس کشتی میں جتنا بھی سامان یا لوگ تھے سب ڈوب گئے صرف ایک چھوٹا بچہ بچا۔ خدا نے طوفان کو حکم دے دیا کہ بس اب ٹھہر جاؤ کیونکہ اس چھوٹے بچے کو میں نے بچانا ہے۔

۲۷۔ حاجتمند لوگوں کے درمیان کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا ڈوبنے والا بچہ میں نے ڈوبنے کے لئے نہیں بنایا ہے۔

۲۸۔ پتھر کو میں نے حکم دیا کہ تو اس کے ساتھ لڑائی نہ کر یعنی اس سے نہ ٹکرا اور بارش کے قطرے سے کہا کہ تو اس کی جانب نہ برس۔

۲۹۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے ہوا کو حکم دیا کہ تو اس دودھ پینے والے چھوٹے بچے کو سمندر سے اٹھا اور کنارہ پر رکھ دے۔

۳۰۔ میں نے پتھر کو حکم دیا کہ جب ہوا اس چھوٹے بچے کو کنارے پر رکھے تو تُو اس کے نیچے نرم ہو جانا اور برف کو بولا کہ تو گرم ہو جانا۔

تشریح شعر نمبر (۲۷۔۳۰)

ان اشعار میں پروین اعتصامی لکھتی ہیں کہ بے شک خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جسے چاہئے بچائے اور جسے چاہئے مار ڈالے۔ جب خدا تعالیٰ کو اس چھوٹے بچے کو بچانا مقصود تھا۔ سب سے پہلے ہوا کو حکم دیا کہ تو جا اور چھوٹے بچے کو سمندر سے اٹھا کر کنارے پر رکھ دے۔ جب کنارے پر رکھا گیا تو پتھر سے کہا کہ تو نرم ہو جاتا کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ پھر بارش کے قطرے سے کہا کہ تو اس کے جانب نہ برسنا اور برف سے کہا کہ اگرچہ تیرا وصف ٹھنڈا رہنا ہے لیکن میرے حکم سے تو گرم ہو جا کیونکہ وہ ابھی بہت چھوٹا بچہ ہے اسے سردی بہت لگتی ہے۔

۳۱۔ میں نے صبح کو حکم دیا کہ تو اس کے سامنے مسکرا اور نور سے کہا تو اس کے دل کو زندہ کر یعنی اُسے ہنسا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی مایوسی اور غمگینی بالکل نہیں دیکھنا چاہتا۔

۳۲۔ میں نے لالہ کے پھول سے کہا کہ تو اس کے نزدیک اُگ تاکہ اس کا دل تجھے دیکھ کر بہل جائے اور اولوں سے کہا کہ اس کے گالوں کو دھو۔

۳۳۔ میں نے کانٹے سے کہا کہ تو اس بچے کو نہ چبھ اور سانپ سے کہا کہ تو اس چھوٹے بچے کو نہ ڈھس یعنی اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے۔

۳۴۔ میں نے غم کو حکم دیا کہ اس بچے کا صبر بہت کم ہے لہٰذا اسے غمگیں نہ کرنا اور آنسوں سے کہا کہ تو اس کو لاغر اور کمزور نہ کرنا۔ یعنی اس بچے کی آنکھ سے اگر آنسو گرے گا تو وہ اور زیادہ کمزور ہو جائے گا۔

تشریح شعر نمبر (۳۱۔۳۴)

ان اشعار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر شفقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرے کسی بندے کو کانٹا چبھے، اُس کا آنسو ٹپکے یا سانپ ڈسے۔ ایسی فکر تو ماں بھی نہیں کرتی ویسے بھی اللہ ماں سے ستر گنا زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔ اس سب کے باوجود اگر کوئی بندہ خدا کی نافرمانی کرے معاذاللہ اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو زیادہ طاقتور سمجھے تو یہ اس کی بد بختی ہے اور ایسے بندے کا ٹھکانہ بے شک جہنم ہے۔ نمرود چونکہ تب چھوٹا بچہ تھا اللہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنی ماں کی کمی محسوس ہو اور وہ غمگین ہو اس لئے اللہ نے صبح کو اس کے سامنے مسکرانے کا حکم دیا گل لالہ کو اس کے سامنے کھلنے کا حکم دیا، کانٹے کو نہ چبھنے کا حکم دیا، سانپ کو نہ ڈسنے کا حکم دیا غم کو اسے غمگین نہ کرنے کا حکم دیا اور آنسو سے کہا کہ وہ پہلے سے کمزور ہے تو اس کی آنکھ سے نہ ٹپکنا۔

۳۵۔ بھیڑیئے کو حکم دیا کہ اس معصوم بچے کے نرم و نازک جسم کو نہ چیرنا پھاڑنا اور چور سے کہا کہ اس کا گلوبند نہ چرانا۔

۳۶۔ میں نے قسمت سے کہا کہ تو اس کو بادشاہت سے نواز دے اور عقل سے کہا کہ تو اس میں ہوشیاری اور چالاکی پیدا کر۔

۳۷۔ اندھیروں میں میں نے اُسے روشنی دکھائی یعنی اس کے لئے اندھیرے کو میں نے روشنی میں بدل ڈالا اور اس کے تمام خوف اور ڈر کو میں نے امن و آشتی میں تبدیل کر دیا۔

۳۸۔ جب اس نے ہر طرف امن ہی امن دیکھا تو وہ نڈر اور باغی بن گیا۔ میں نے اس کے ساتھ دوستی کی اور وہ میرا دشمن بن گیا۔

تشریح شعر نمبر (۳۵۔۳۸)

اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو دُنیاوی شان و شوکت دینے کے لئے قسمت کو حکم دیا کہ تو اسے بادشاہت عطا کر دے بادشاہ کے لئے چونکہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ چالاک اور ہوشیار ہو لہٰذا عقل کو حکم دے دیا کہ اسے ہوشیار بنا دیا

جائے۔اللہ تعالیٰ نے تاریکی میں بھی اسے اجالادکھایا۔اس کے لئے ہر طرف امن وآشتی کاماحول پیدا کردیا۔لیکن یہ کم بخت جب بڑاہواتوبغاوت پر اترآیااور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے سے انکار کر دیا۔یہاں تک معذاللہ تعالیٰ کا کھلا دشمن بن گیا۔

۳۹۔ اس نے کام کیے لیکن گھٹیااور برے کام،آئینے بنائے لیکن اینٹوں اور پتھروں کے جن سے کوئی اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھایعنی کسی کے بھلے کا کوئی کام نہیں کیابد ترین کام کئے۔

۴۰۔ اس نے کنویں کھدوائے لیکن راستوں کے درمیان میں جس سے چلنے والوں کے لئے کافی مشکلات پیداہو گئیں اب انھیں یہ دیکھنا ہے کہ راستہ کہاں ہے اور کنواں کہاں ہے۔

۴۱۔ اس نے روشنی چاہی مگر دھویں سے، جو ممکن ہی نہیں تھی۔ بڑے بڑے محلات تعمیر کروائے لیکن دریاؤں کے کناروں پر جن کو کبھی بھی پانی بہاکر لے جاسکتا تھا۔

۴۲۔ اس نے لوگوں کو ایسے ایسے قصے اور کہانیاں سنائیں جن کی کوئی بنیاد یا حقیقت ہی نہیں تھی۔اس کے علاوہ اس نے چوروں اور بد معاشوں کو اپنے مشیر اور صلاح کار مقرر کیا۔

تشریح شعر نمبر(۳۹۔۴۲)

ان اشعار میں پروین اعتصامی نے نمرود کے گھٹیا کاموں کی وضاحت کی ہے۔ وہ اصل میں بدافعال کے ذریعے دُنیاوی شہرت حاصل کرناچاہتا تھا،لوگوں کے راستوں کے بیچوں بیچ کنویں کھدوائے تاکہ مسافر کنویں کے بیچ گریں اور پتہ چلے کہ یہ کام نمرود کا ہے۔ روشنی کا طلبگار ہوا لیکن اللہ کے نور سے نہیں دھویں سے۔ دریاؤں اور سمندروں کے کناروں پر محل تعمیر کروائے۔ علاوہ ازیں نہایت ہی گھٹیااور چور لوگوں کواپنے دربار میں ہمراز بناکر رکھا جن کاکام ہی امانت میں خیانت کرنا تھاافسوس وہ اس ذات کو بھول گیا جس نے اسے ڈوبتی ہوئی کشتی سے نکال کر یہاں تک پہنچایا تھا۔

۴۳۔اس نے اپنے لباس فتنہ وفساد سے بھرے ہوئے تھے یعنی وہ وہی لباس پہنتا تھا جن سے فتنہ وفساد کو ہوا ملتی تھی اس نے اپنے رشتے وناطے جوڑے لیکن حسد اور کینہ سے۔

۴۴۔ وہ لوگوں کو ایسے ایسے سبق پڑھاتا تھا یا باتیں سناتا تھا کہ جن کو سن کر شرم آتی تھی۔ وہ بغیر لگام کے گھوڑوں کو دوڑاتا تھا۔

۴۵۔ اس نے شیطان صفت لوگ اپنے چوکیدار اور مشیر مقرر کئے ہوئے تھے۔ وہ بھی کس کے ہوتے ہوئے رب جلیل کے ہوتے ہوئے۔

۴۶۔اس نے جہاں کہیں بھی کوئی بڑا پتھر یا مٹی کا ٹیلہ دیکھا اسے سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہ میں یہی بت اور مٹی کے ٹیلے جمع کر کے رکھے ہوئے تھے۔ خدا کے بجائے ان ہی کو پوجتا تھا اور ان ہی سے مدد مانگتا تھا۔

تشریح شعر نمبر (۴۳۔۴۷)

جب انسان اللہ تعالیٰ کو اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دیتا ہے تو تب اس کے ذہن پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ وہ جو کام بھی کرتا ہے وہ سب باعث شرم وعار ہوتے ہیں۔ نمرود ملعون نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ لباس پہنے جن کو دیکھ کر فتنہ وفساد برپا ہو جاتا تھا، لوگوں کو ایسے ایسے سبق پڑھاتا تھا کہ جن کو سن کر شرم آتی تھی لوگ ہمیشہ اچھے لوگوں کو اپنے مشیر مقرر کرتے۔ لیکن نمرود نے شیطان صفت اور چور لوگوں کو ڈھونڈ کر اپنا مشیر بنایا۔ خدا کو چھوڑ کر اس نے پتھروں اور مٹی کے ٹیلوں کو سجدہ کیا۔ مساجد میں بت جمع کیے یہ عمل خدا کو سب سے زیادہ ناپسند ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ایک ہے وہی ہمارا خالق ومالک ہے۔ اسی نے یہ ساری کائنات پیدا کی ہے تو پھر ہمیں سوائے اس کے کسی اور کی نہ تو عبادت کرنی ہے اور نہ مدد مانگنی ہے۔

۴۷۔ اب اس نے گمراہ اور سرکش لوگوں کی ایک جماعت تیار کر لی تھی اور خود ان کا رہنما بن گیا تھا۔ سفر خرچے کے لئے اس نے اپنے ساتھ گناہوں اور جرموں کا ڈھیر لیا ہوا تھا۔

۴۸۔ اس کی خود پسندی کے تنور سے اس کے ناپسندیدہ کردار کے شعلے بلند ہونے لگے۔ یعنی وہ جو برے کام کرتا تھا اور گھٹیا حرکتیں سرانجام دیتا تھا وہ سب لوگوں کے سامنے عیاں ہونے لگے۔

۴۹۔ اس ڈوبنے والے بے سہارا بچے کو ہم نے کس طرح موت کے پنجے سے چھڑایا۔ جب موت سے بچا تو لالچ کا شکار ہو کر وہ گمراہ ہو گیا۔

۵۰۔ آخر وہ نور کی کرن دھواں بن گئی اور وہ یتیم اور بے گناہ بچہ نمرود بن گیا۔ یعنی وہ ایک بے گناہ معصوم اور چھوٹا بچہ تھا جب اللہ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا تو وہ سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا۔

تشریح شعر نمبر (۴۷۔۵۰)

اب روز بروز اس کی سرکشی اور بغاوت زیادہ ہی بڑھ رہی تھی۔ اس نے لوگوں کو مال و دولت کی لالچ دی اور اس طرح لوگوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ جڑ گئی۔ وہ اپنی اسی جماعت کے ساتھ مل کر آئے دن نہایت ہی گھٹیا کام انجام دے رہا تھا جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ دیکھو اس یتیم اور کمسن بچے کو کس طرح میں نے موت کے منہ سے نکالا اور جب بڑا ہوا تو میرا ہی مقابلہ کرنے لگا۔ بالآخر اس نور کی تجلی نے دھویں کی شکل اختیار کر لی اور وہ بے گناہ اور معصوم بچہ نمرود بن گیا۔

۵۱۔ وہ مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا اور میرے مقابلے میں اس نے شاہین اور گدھ سے مدد طلب کی۔ یعنی جب اس نے دیکھا کہ سب لوگ صرف اللہ کو ہی مانتے ہیں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور میری طرف کسی کا دھیان بھی نہیں ہے تو تب وہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

۵۲۔ میں نے اُسے اپنی مہربانیوں اور عنایتوں سے بڑا کیا۔ وہ بڑا تو ہو گیا مگر اُس کا دل بھیڑے کی طرح کالا اور بے رحم ہو گیا۔

۵۳۔ اُس نے عجیب و غریب قسم کی بجلی سے آگ بھڑکائی اور اس آگ کی چنگاریوں سے بہت سے گھر جلا ڈالے۔

۵۴۔اُس نے چاہا کہ وہ خدا ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور نعوذ باللہ تمام خدائی قلعوں اور برجوں کو توڑ ڈالے

۔

تشریح شعر نمبر (۵۱۔۵۴)

اللہ تعالیٰ نے جس قدر زیادہ نعمتیں نمرود کو عطا کیں وہ اسی قدر زیادہ مغرور اور سرکش ہوتا گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا یہ سب نعمتیں میں اپنی قوت اور کمال سے حاصل کر رہا ہوں لوگوں کو خوب بہکانے کی کوشش کی مگر چند لوگوں کے سوا سب نے کہا ہمارا خالق و مالک صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے اس کے سوا ہم کسی اور کو اپنا خدا نہیں مانتے یہ بات اسے پسند نہ آئی لہٰذا اس نے خدا سے جنگ شروع کر دی آسمان تک پہنچنے کے لئے شاہین اور گدھ سے مدد مانگی اور اس طرح اس نے ایک سائباں تیار کر کے عقاب اور گدھ کے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا تاکہ یہ پرندے اڑیں اور اسے آسمان تک لے جائیں۔ وہ خود اُس سائبان میں بیٹھ گیا۔ وہ پرندے اُسے لے کر اوپر اڑے مگر اللہ تعالیٰ نے اسے الٹے پاؤں زمین پر پھینک دیا۔ پھر اس نے تنگ آکر لوگوں کے گھر جلائے۔ اب اس کے دماغ میں یہ بات چل رہی تھی کہ وہ معاذ اللہ خدا ہونے کا دعویٰ پیش کر دے اور اللہ کے تمام قلعوں اور برجوں کو توڑ ڈالے۔

۵۵۔اس ضمن میں اس نے شیطان صفت اپنے مشیروں سے صلح و مشورہ کیا جب انھوں نے بھی یہی رائے دی تو وہ زیادہ ہی ذلیل اور کمینے پن کی حرکتوں پر اتر آیا۔ پھر میں نے اسے سر کے بل پاؤں سے گرا دیا۔

۵۶۔ میں نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ اُٹھ اور اس مغرور آدمی کی آنکھوں میں دھول ڈال دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا مقابلہ ایک مچھر سے کروایا۔

۵۷۔ تاکہ اس کے دماغ میں جو فتور چل رہا ہے ختم ہو جائے اور اس کے بعد وہ اندھیرے کو روشنی کا نام نہ دے۔

تشریح شعر نمبر (۵۵۔۵۷) اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ گناہ کرنے پر مہلت دیتا ہے۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کی تلقین کرتا ہے اور توبہ استغفار کرنے پر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ نمرود کے گناہ کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ نے کئی بار مہلتیں دیں لیکن وہ راہ راست پر نہ آیا۔ جب زیادہ ہی سرکشی اور بغاوت پر اتر

آیااور خداہونے کادعویٰ کرنے لگاتو خدانے اس کے مقابلہ میں صرف ایک مچھر کو حکم دیا کہ جاؤاور اس ظالم کو نیست ونابود کردو۔

۵۸۔ خدانے موسیٰ کی ماں سے کہاکہ ہم دشمنوں کو اگراس طرح سے پالتے ہیں تو بھلااپنے دوستوں سے کیسے نظریں موڑ سکتے ہیں۔

۵۹۔ خداجب نمرود کے ساتھ اس طرح احسان وکرم کر سکتاہے تووہ عمران کے بیٹے موسیٰ کے ساتھ کیسے ظلم کر سکتاہے۔

۶۰۔ یہ باتیں جوپروین اعتصامی نے کہی ہیں یہ کسی لالچ یاطمع میں آکر نہیں کی ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس دنیامیں آپ کوجہاں کہیں بھی نور نظر آتاہے وہ خداکے انوار کاہی حصہ ہے۔

تشریح شعر نمبر(۵۸۔۶۰)

آخر میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی ماں کو یہ بات واضح کردی کہ میں جہاں نمرود جیسے مغرور اور گھمنڈی آدمی کے ساتھ اتنی مہربانیاں کر سکتاہوں وہاں تیرے بیٹے موسیٰ پر کیسے ظلم کر سکتاہوں۔وہ میرے ہی حکم سے پانی میں تیر رہاہے اور میرے ہی حکم سے نکالا بھی جائے گا۔پروین اعتصامی نے آخر میں یہ بھی واضح کردیاکہ یہ جوداستان میں نے بیان کی ہے یہ کسی لالچ کی خاطر نہیں کی ہے بلکہ خداکی صفات کے بارے میں میں نے جودیکھایاسناتھااُسے بیان کرنالازمی سمجھتی تھی۔مزید کہاکہ دنیامیں جہاں کہیں بھی نور نظر آتاہے وہ اللہ کاہی نور ہے۔کسی اور کوہر گزہر گزاللہ کاشریک نہ ٹھہراؤ۔

لطف حق کا خلاصہ:

پروین اعتصامی نے حق تعالیٰ لطف و عنایت کا تزکرہ کیا ہے موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے نبی مکرم تھے ان کی پیدائش کا قصّہ بیان کر کے اپنے ناظرین کو بھی لطف حق سے مستفید کیا ہے اور یقین کی طاقت میں اضافہ کیا ہے۔ کہانی کے دوسرے حصے میں نمرود کا بیان ہے جس نے بعد میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت موسیٰ کی ماں نے جب موسیٰ کو اللہ کے حکم سے لکڑی کے ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا تو خود کنارے پر کھڑی ہو کر اُسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی اور کہا اے میرے لختِ جگر جو بہت ہی معصوم اور بے گناہ، اگر تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو بھلادے گا تو پھر تجھے اس کشتی سے جو ملاح کے بغیر چل رہی ہے کون باحفاظت باہر نکالے گا یعنی تیرے اس لکڑی کے صندوق کی کون حفاظت کرے گا۔ اگر پاک پروردگار تجھے بھلادے گا تو دریا کا یہ پانی تجھے طوفان کے حوالے کر دے گا اور تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔

موسیٰ کی ماں یہی سوچ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوگئی کہ تیری یہ کیسی باطل سوچ ہے۔ ہمارا مسافر یعنی حضرت موسیٰ تو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ تو اپنے دل سے شک کا پردہ ہٹا تا کہ تو دیکھ سکے کہ تو نے نفع کا کام کیا ہے یا نقصان کا۔ جسے تو نے ہمارے حکم سے دریا میں ڈالا تھا اس کو ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اصل میں تو نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہ یکھا ہے اور نہ پہچانا ہے، اے موسی کی ماں، آپ کے اندر صرف مادرانہ شفقت یعنی ماں کی ممتا ہے اور ہمارا طریقہ کار بندہ پروری اور سب کے ساتھ ایک جیسا انصاف کرنا ہے۔

آپ صرف موسیٰ کی ماں ہیں میں اس ساری کائنات کا پالنے والا ہوں- میرے معاملات کوئی کھیل نہیں ہیں لٰہذا تو ہر گز ان کو کھیل نہ سمجھ۔ اب رہی بات اس امانت کی جو میں نے آپ سے لی ہے تو جان لو کہ اسے ہم یقیناآپ کو لوٹا دیں گے۔ پانی کی سطح موسیٰ کے لئے پنگھوڑے سے بھی زیادہ آرام دہ اور خوش رکھنے والی ہے۔ سیلاب، دریا اور لہریں ماں کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو آرام پہنچانے کی خاطر پانی کی سطح کو سیلاب کو اور

دریا کی لہروں کو مندرجہ بالا کاموں پر تعینات کر دیا ہے۔ یہ دریا اپنی مرضی سے سیلاب برپا نہیں کرتے انہیں جو حکم میں دیتا ہوں وہ ہی بجالاتے ہیں۔

ہم ہی دریاؤں کو طوفان لانے کا حکم دیتے ہیں اور ہم ہی سیلاب کو اور لہروں کو اوپر اٹھنے کا حکم صادر کرتے ہیں۔ بھول جانے کا الزام خدا کی ذات پر مت لگا یہ کفر کا بوجھ ہے اس بوجھ کو تو اپنے کندھوں پر مت اٹھا۔ مٹی، ہوا اور پانی ہمارے ہی حکم کے محتاج ہے۔ یعنی یہ سب چیزیں ہمارے ہی حکم سے حرکت کرتی ہیں۔ میری ذات وہ ہے جس نے بہت سے گم ہوئے لوگوں کو واپس لایا ہے اور بہت سے ایسے لوگ تھے جن کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا ان کی بھی ہم نے پرورش کی ہے۔ اس دُنیا میں جو کوئی غریب، لاچار اور بے سہارا ہے وہ ہمارا مہمان ہے۔ اور جس کو دنیا میں کوئی نہیں جانتا اسے ہم بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اود موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر میں ہی پرورش کرائی جہاں سے دشمنی کے پہاڑ پھوٹ رہے تھے۔

کہانی کے دوسرے حصے مین بیان کرتی ہیں کہ جب کشتی اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی تو اچانک خطرناک لہروں نے اُسے گھیر لیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب کشتی بالکل ڈوب جانے کے قریب ہے تیز ہواؤں اور طوفان نے کشتی کے مسافروں کا سفر تباہ و برباد کر دیا اور کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے لئے زمانہ تاریک ہو گیا۔ کشتی کے لنگر اور سکان (یعنی کشتی کے وہ حصے جن سے کشتی کو قابو میں کیا جاسکتا ہے) میں کوئی طاقت باقی نہ رہی اور یہاں تک کہ ملاح بھی بے بس ہو گیا اس کے بازو کام کرنا چھوڑ گئے۔ ملاحوں میں عقل وذہانت بہت کم ہوتی ہے یعنی جب طوفان کا خطرہ درپیش ہو تو ان کی عقل جواب دے دیتی ہے ملاحوں کو کشتی بچانے کا ایک ہی طریقہ سوجھتا ہے۔

اُس کشتی میں جس قدر ساز و سامان یا لوگ سوار تھے سب کو پانی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ اس سارے گروہ میں سے ایک ہی بچہ باقی بچا تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا۔ وہ چھوٹا مسکین بچہ کبوتر کی طرح پر کا سہارا لے رہا تھا۔ سمندر کو اُس بچے نے ماں کے دامن کی مانند سمجھ لیا تھا یعنی سمندر میں وہ اس طرح آرام محسوس کر رہا تھا کہ جیسے ماں کی گود میں لوریاں لے سمندر کو میں نے کہا کہ اب اور زیادہ طوفان برپا مت کر اور اس شوق کی عمارت کو تو ویران مت کر یعنی اس بچے کے لئے کہا کہ تو اسے تباہ و برباد مت کر یہ چھوٹا بچہ بہت عزیز ہے۔

جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو تب وقت نہیں لگتا۔ وہ کشتی جو ہمیشہ طوفانوں میں چلتی تھی آج وہ چلنے سے عاجز آگئی۔ یعنی اس سے پہلے بھی وہ خدا کے حکم سے ہی چلتی تھی اور آج بھی فرق اتنا تھا کہ اس سے پہلے وہ خدا کے حکم سے چلتی تھی اور آج ڈوب رہی تھی خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس کشتی میں جتنا بھی سامان یا لوگ تھے سب ڈوب گئے صرف ایک چھوٹا بچہ بچا۔ خدا نے طوفان کو حکم دے دیا کہ بس اب ٹھہر جاؤ کیونکہ اس چھوٹے بچے کو میں نے بچانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر شفقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرے کسی بندے کو کانٹا چبھے، اُس کا آنسو ٹپکے یا سانپ ڈھسے۔ ایسی فکر تو ماں بھی نہیں کرتی ویسے بھی اللہ ماں سے ستر گنا زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔ اس سب کے باوجود اگر کوئی بندہ خدا کی نافرمانی کرے معاذاللہ اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو زیادہ طاقتور سمجھے تو یہ اس کی بدبختی ہے اور ایسے بندے کا ٹھکانہ بے شک جہنم ہے۔ نمرود چونکہ تب چھوٹا بچہ تھا اللہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنی ماں کی کمی محسوس ہو اور وہ غمگیں ہو اس لئے اللہ نے صبح کو اس کے سامنے مسکرانے کا حکم دیا گل لالہ کو اس کے سامنے کھلنے کا حکم دیا، کانٹے کو نہ چبھنے کا حکم دیا، سانپ کو نہ ڈھسنے کا حکم دیا غم کو اسے غمگیں نہ کرنے کا حکم دیا اور آنسو سے کہا کہ وہ پہلے سے کمزور ہے تو اس کی آنکھ سے نہ ٹپکنا۔ ایک دن ایسا آیا کہ یہ کمسن بچہ خدائی کا دعویدار بن بیٹھا۔ بالاخر خدا نے ایک چھوٹے سے مچھر کو حکم دیا جو اس کے دماغ میں داخل ہو گیا اور اسکی موت کا باعث بنا۔

سوالات:

ا "لطف خدا" کا خلاصہ لکھیں۔

۲ "لطف خدا" اشعار کا ترجمہ و تشریح کریں۔

۳ "لطف خدا" میں پائے جانے والے نقاط کو ظاہر کریں۔

UNIT-IV

حالات زندگی وادبی خدمات فردوسیؔ طوسی:

حسن بن اسحاق بن شرف نام ابوالقاسم کنیت اور فردوسیؔ تخلص ہے۔ لگ بھگ ۳۲۹ھ میں صوبہ طوس کے ایک گاؤں باژ میں پیدا ہوا۔ غزنی دربار میں جو لگ بھگ ۴۰۰ شعراء جمع تھے ان میں سے اگر صرف فردوسیؔ کا نام تاریخ ادب سے نکال کر دیا جائے تو یہ دور علمی اور ادبی اعتبار سے کافی حد تک بے معنی ثابت ہوگا چونکہ علم، شعر، تاریخ اور اخلاق کے اعتبار سے فردوسیؔ عہد غزنویہ کی تمام ادبیات کا محور نظر آتا ہے اس لئے اس عہد کو اگر عہد فردوسیؔ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

شبلیؔ لکھتے ہیں کہ فردوسیؔ جب پیدا ہوا تو باپ نے خواب میں دیکھا نوزائیدہ بچے نے کوٹھے پر چڑھ کر نعرہ مارا اور چاروں طرف سے لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ کسی معتبر نے بتایا کہ یہ لڑکا شاعر ہوگا اور اس کی شاعری کے چرچے چاروں طرف پھیل جائیں گے۔

شاہنامہ کے اشعار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فردوسیؔ کی ابتدائی زندگی بڑی عیش و عشرت میں گزری۔ ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھی۔ فردوسیؔ نے ایک باغ میں اپنا گھر بنایا ہوا تھا جہاں وہ بڑی بے فکری کی زندگی بسر کرتا تھا اور اپنا زیادہ تر وقت شاہنامہ لکھنے میں صرف کرتا تھا۔ یہ روایت قطعاً غلط ہے کہ فردوسیؔ نے محمود کی فرمائش پر شاہنامہ لکھنا شروع کیا تھا۔

فردوسیؔ کے اپنے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہنچنے سے بہت پہلے اس نے شاہنامہ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ فردوسیؔ ۳۵ سال تک شاہنامہ لکھنے میں مصروف رہا جب شاہنامہ مکمل ہوا تو پیری اور ناتوانی نے گھیر لیا مالی حالات بھی خراب ہو گئے۔ تب خیال آیا کہ ۳۵ سال کی محنت کا صلہ حاصل کرنا چاہیئے اور اپنی اکلوتی بیٹی کے جہیز کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔ دوستوں نے بھی مشورہ دیا کہ سلطان محمود کے دربار میں رسائی حاصل کرو۔ جب شاہنامہ مکمل ہوا تو اس کا چرچا ہر جگہ پھیل رہا تھا۔ اتفاق سے سطان محمود کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے سلطان خان کو حکم بھیجا کہ فردوسیؔ کو دربار میں بھیج دو۔ فردوسیؔ جانے کے لئے راضی ہو گیا۔ فردوسیؔ سے پہلے جتنے شعراء دربار میں

تھے ان کو یہ معلوم تھا کہ بادشاہ مدت سے شاہنامہ کی تصنیف کا خیال رکھتا ہے اور ان میں سے کسی نے اس کے لئے حامی نہیں بھری ہے اگر فردوسیؔ یہ کام کرے گا تو ان سب کی عزت خاک میں مل جائے گی لہٰذا انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ یہاں آنا فضول ہے۔ایسے ہی ایک دن بادشاہ کو شاہنامہ کا خیال آگیا تھا اس کے بعد اس کا ذکر تک نہیں ہوا ہے۔ فردوسیؔ نے ہرات سے واپس جانا چاہا لیکن ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس میں کوئی راز ہو۔ آخر کار سلطان محمود کے ندیموں میں سے ماہک سے آشنائی ہوئی ساری داستان سنائی تو پھر ماہک نے ایک دن فردوسیؔ کی ایک نظم کے چند اشعار سلطان محمود کے سامنے پڑھے۔ محمود نے پوچھا یہ جواہر کہاں سے ہاتھ آئے۔ماہک نے فردوسیؔ کا نام لیا اسی وقت دربار میں بلالیا۔مزید فردوسیؔ کے اشعار سنے تو سلطان بہت محظوظ ہوا خلعت عطا کیا اور شاہنامہ کی تصنیف کی خدمت سپرد کی۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ فردوسیؔ کو ایوان شاہی کے قریب ایک مکان دیا جائے جو تمام ضروری ساز وسامان سے آراستہ ہو۔ایک شعر کے بدلے میں ایک اشرفی صلہ مقرر ہوا علمی تاریخ کا یہ نہایت ناگوار واقعہ ہے کہ فردوسیؔ نے جب شاہنامہ میں سلطان محمود کے پسندیدہ واقعات کو شامل کرنے کے بعد شاہنامہ سلطان کی خدمت میں پیش کیا تو طے شدہ صلہ نہیں ملا یعنی اشرفیوں کے بدلے روپئے دئے گئے۔ فردوسیؔ نے وہ انعام لٹادیا۔ اصل میں فردوسیؔ کے حاسدوں نے سلطان کو فردوسیؔ سے متعلق بدگمان کر دیا تھا۔

اس مایوسی اور دل شکستگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فردوسیؔ یہاں سے نکلا اور سلطان کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا اور اس میں سلطان کی کم ظرفی کا رونا رویا۔ سلطان کے غضب سے ڈر کر غزنہ سے ہرات بھاگ گیا۔ عروضی سمرقندی نے چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود ایک دفعہ ہندوستان کی مہم سے واپس آرہا تھا راستے میں دشمن کا قلعہ تھا وہیں ٹھہر گیا اور قاصد بھیجا کہ اسے کہہ دو کہ اطاعت بجالائے۔ جواب آنے میں تاخیر ہوئی۔ سلطان نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ اگر جواب ہماری مرضی کے موافق نہیں ہوگا تو وزیر نے برجستہ کہا۔

اگر جزبہ کام من آید جواب

من و گرز و میدان و آفراسیاب

بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کس کا شعر ہے، وزیر نے کہافردوسیؔ کا، محمود کو وہ بلند پایہ شاعر یاد آیااوراس کے حق میں اس نے جو ناانصافی کی تھی اس پر بہت شرمندہ ہوا۔ حکم دیا کہ ساٹھ ہزار اشرفیاں بھیجی جائیں۔ جب سلطان کے انعامات سے لدے ہوئے اونٹ شہر کے ایک درواز سے داخل ہوئے تو فردوسیؔ کا جنازہ لوگ دوسرے دروازے سے لے جارہے تھے۔ وہ انعامات اس کی اکلوتی بیٹی کو دیا اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ سلطان نے پھر اس انعام سے فردوسیؔ کے نام پر ایک کاروان سرائے تعمیر کروائی۔

آخر کار وہ فردوسیؔ جس نے ایران کی قومی داستان اور تاریخ کو زندہ کیااور فارسی زبان میں ایک نئی جان ڈالی ۴۱۱ھ کو اس دار فانی سے چل بسا۔

شاہنامۂ فردوسیؔ:

شاہنامہ کی ترتیب:۔شاہنامہ جو ایران کے قدیم جلیل القدر بادشاہوں کے کارناموں پر مشتمل ہے اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء سے ہوتا ہے اس کے بعد عقل ودانش کی تعریف ،رسول اکرم اور صحابہ کا بیان ہے اور پھر ایران کے اوّلین بادشاہ کیومرث کا ذکر آتا ہے۔ اول سے آخر تک پچاس بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے دور کے وزیروں اور پہلوانوں کی رزم وبزم کی تصویریں پیش کی گئی ہیں آخر میں یہ طویل نظم عربوں کے ہاتھوں ایران کے آخری بادشاہ یزدگرثالث کی شکست اور ایران پر عربوں کے قبضہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ تاریخی وقائع کے لحاظ سے شاہنامہ گویا پچاس فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل ایک بادشاہ کے لئے مختص ہے۔ شاہنامہ کے مفصل اور سب سے اہم حصوں میں کیکاؤس کے دور حکومت کا بیان ہے۔ رستم اور اس کے بیٹے سہراب کے لڑنے کا دردناک واقعہ اور سہراب کا مارا جانا اسی دور میں پیش آیا ہے۔

شاھنامہ کی ادبی اہمیت:

۱۔ فردوسیؔ کی قدرت زبان دیکھو کہ ساٹھ ہزار اشعار لکھ ڈالے اور عربی الفاظ اس قدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں۔ اگرچہ اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے لیکن اس کے ہاں کل ہزار اشعار اور ۲ چند معمولی واقعات ملتے ہیں۔ بخلاف اس کے فردوسیؔ نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑوں گوناگوں مطالب ادا کئے اور زبان کے خالص

ہونے میں فرق نہ آنے دیا۔ حیرت وہاں ہوتی ہے جہاں فلسفیانہ اصطلاحیں آتی ہیں اور وہ اس بے تکلفی سے خالص فارسی میں ان کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرہ کی باتیں ہیں۔اگرچہ بو علی سینا نے بھی ''حکمت علائیہ'' میں یہ کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

۲۔ شاہنامہ اگرچہ بظاہر صرف رزمیہ نظم معلوم ہوتی ہے لیکن عام واقعات کے بیان میں اس تفصیل سے ہر قسم کے حالات آتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہئے تو صرف شاہنامہ کی مدد سے اس زمانہ کی تہذیب وتمدن کا پورا پتہ لگا سکتا ہے۔ مثلاً باد شاہ کیونکر دربار کرتا تھا،امراء کس ترتیب سے کھڑا ہوتے تھے،انعام واکرام کا کیا طریقہ تھا؟ باد شاہ اور امراء کا درباری لباس کیا تھا؟ شادیوں کے کیا مراسم تھے؟ خط وکتابت کے کیا طریقے تھے وغیرہ وغیرہ یہ تمام باتیں شاہنامہ سے بہ تفصیل معلوم ہو جاتی ہیں۔

۳۔ ایشیائی شعراء کا عام قاعدہ ہے کہ کسی داستان کے بیان کرنے میں حسن وعشق کا کہیں اتفاقی موقع آجاتا ہے تو اس قدر پھیلتے ہیں کہ تہذیب ومتانت کی حد سے کوسوں آگے نکل جاتے ہیں۔ نظامیؔ اور جامیؔ جیسے شعراء بھی اس عیب سے نہ بچ سکے اور فردوسیؔ ایسے موقعوں پر آنکھ نیچی کئے ہوئے آتا ہے اور صرف واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے آگے نکل جاتا ہے۔

۴۔ فردوسیؔ نے باد شاہوں کے جنگی واقعات کی اس خوبصورتی سے منظر کشی کی ہے کہ گویا وہ خود وہاں موجود تھا یا سپہ سالار کی طرح فنون جنگ سے اچھی طرح آشنا تھا اور ایرانی طریقۂ جنگ،ایرانی ہتھیاروں اور ایران کی جنگی اصطلاحوں سے خوب واقف تھا۔ فوج کو جنگ لڑنے کے لیے آمادہ کرنے کی خاطر جو اشعار لکھے ہیں وہ لاجواب ہیں۔

۵۔ عام خیال ہے کہ فردوسیؔ بزم اچھی نہیں لکھتا۔ اصل میں ''یوسف زلیخا'' نظم جب فردوسیؔ نے لکھی تھی تب اس کے دل پر اپنے جوان بیٹے کی موت کا رنج وغم تھا اور اس کے تمام جذبات افسردہ ہو چکے تھے لیکن شاہنامہ میں جہاں جہاں بزم کا موقع آیا ہے، شاعری کا چمن زار نظر آتا ہے اس کی مثال زال وروادبہ کی عشقیہ داستان ہے جو فردوسیؔ نے شاہنامہ میں درج کی ہوئی ہے۔

۶۔ شاعری کا اصل کمال واقعہ نگاری اور جذبات انسانی کا اظہار ہے۔ان دونوں باتوں میں وہ تمام شعراء کا پیشرو اور امام ہے۔وہ جس واقعہ کو لکھتا ہے اس کے تمام جزئیات اور گردوپیش کے ہر قسم کے حالات اور واقعات ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کرتا ہے پھر ان کو اس خوبی کے ساتھ ہوبہو ادا کرتا ہے کہ واقعہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

۷۔ رزمیہ میں درد و غم کے اظہار کا کم موقع پیش آتا ہے اور آئے بھی تو بلاغت یہ ہے کہ اس کو زیادہ پھیلایا نہ جائے تاہم کہیں کہیں اس کا موقع پیش آگیا ہے تو فردوسیؔ نے اس میں بھی کمال دکھایا ہے۔

۸۔ بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ کسی واقعہ کے بیان کرنے میں جب حد سے زیادہ زور دینا مقصود ہوتا ہے تو لمبی چوڑی تمہید اور تفصیل وہ کام نہیں دیتی جو ایک پر زور مختصر جملہ کام دیتا ہے اس طرح کی مثالیں شاہنامہ میں کثرت سے ملتی ہیں۔

۹۔ فردوسیؔ کے شاہنامہ کے شاہکار حصے وہ ہیں جن میں شاعر نے اہم واقعات یا بڑی جنگوں کے آخر میں یا ان کے ضمن میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ان اشعار سے ظاہر ہے کہ خونین لڑائیوں سے، جوانوں کے مارے جانے، پہلوانوں کے دنیا سے اٹھ جانے، خاندانوں کے اجڑ جانے اور دنیا کے انقلابوں سے خود شاعر انتہائی غمگیں اور متاثر ہو جاتا ہے گویا وہ ان واقعات میں ڈوب کر ان کی عکاسی کرتا ہے۔

۱۰۔ شاہنامہ کی ادبی خوبیوں میں ادبی زیبائش اور اچھوتی لطافت بھی شامل ہے۔اس کی بڑی وجہ زبان پر اس کا کامل عبور ہے۔فردوسیؔ نے شاہنامہ کے لئے بحر تقارب کا انتخاب کیا تھا۔یہ وزن رزمیہ شاعری کے لئے بہترین وزن ہے۔فردوسیؔ نے دیگر اصناف شعر مثلاً غزل، قصیدہ، رباعی اور قطعہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔فردوسیؔ کو ایران کی قومی داستان سے خاص لگاؤ تھا۔فردوسیؔ نے ایک عشقیہ مثنوی ''یوسف زلیخا'' شاہنامہ ہی کی بحر میں لکھی تھی۔

۱۱۔ شاہنامہ کی ایک ادبی خوبی حکایتوں، ضرب الامثال اور دینی اور اخلاقی باتوں کا بیان کرنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مطالعہ کافی وسیع تھا اس نے اسلامی علوم و معارف اور خاص کر قرآنی نکات سے گہری واقفیت حاصل کی تھی۔

۱۲۔ فردوسیؔ فطرت کے دل فریب مناظر یا انسانی احساسات کی تصویر نہایت دلکش اور دل ربا انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کی یہ خوبی شاہنامہ کے بیشتر اشعار میں پائی جاتی ہے۔

۱۳۔ فردوسیؔ بیان کو رنگین اور پر زور بنانے کے لئے عموماً ایسی تشبیہات اور استعارات لاتا ہے جو خالص ایرانی ماحول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایرانی ماحول سے اگر کوئی مناسب تشبیہ نہ ملے تو وہ قدرتی ماحول کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شاہنامہ ایران کا ایسا زندہ جاوید شاہکار ہے جس نے تمام اہل دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا اس لئے اکثر ایشیائی اور یورپی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

۲۔حالات زندگی وادبی خدمات سعدیؔ شیرازی:

مشرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدیؔ شیرازی آسمان ادب کا وہ چمکتا ہوا ستارہ جس کی نظم و نثر نے ادب کو جان بخشی اور جن کا تعلق ایک ایسے دور سے ہے جو فتنہ و فساد، خونریزی، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کی ویرانی کا دور تھا۔ مراد ایلخانی دور ہے۔ اسی دور میں سعدیؔ شیرازی غالباً ۶۰۶ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ وہ شیراز جو صدیوں سے ایران کا پایہ تخت اور علوم وفنون کا مرکز رہ چکا ہے۔ اس دور میں سعدیؔ شیرازی نے اپنے ادبی کارناموں سے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرہم لگائی۔

شیخ سعدیؔ کے والد خداشناس آدمی تھے گھر میں دینداری کا ماحول تھا اس لئے بچپن سے ہی انہیں نماز، روزہ اور دیگر ضروری مسائل سکھادئے گئے تھے۔ سعدیؔ کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کم عمری میں ہی عبادت، ریاضت اور تلاوت کلام اللہ کا کمال کا شوق ان میں پیدا ہو چکا تھا لیکن بد قسمتی سے عین جوانی میں سعدیؔ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔

مرا باشد ز حال طفلان خبر

کہ در طفلی از سر برفتم پدر

اس کے بعد تعلیمی سلسلہ شیراز میں شروع کیا لیکن شیراز کے حالات چونکہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے سازگار نہ تھے جنگ وجدل اور فتنہ وفساد کا ماحول تھا۔ ایسی فضا میں شیخ کا ولولہ علم پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ سعدیؔ نے ترک وطن کی ٹھانی اور شیراز سے چل کر بغداد پہنچ گئے اور وہاں مشہور مدرسہ نظامیہ اور دوسری علمی وادبی محفلوں سے کسب علوم کیا۔ امام ابن جوزی سے حدیث پڑھی۔ اس کے علاوہ دیگر مختلف علوم وفنون میں قدرت کاملہ حاصل کی۔ سعدیؔ کو بچپن سے ہی خوش بیانی اور حسن تقریر پر مہارت حاصل تھی۔ مدرسہ نظامیہ کے بعض طالب علم حسد سے جلے جاتے تھے ایک دن سعدیؔ نے اپنے استاد محترم سے اس کی شکایت کی۔ استاد نے فرمایا، وہ حسد سے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور تم بدگوئی اور غیبت سے۔ سعدیؔ کی طبیعت شروع سے ہی تصوف اور درویشی کی طرف مائل تھی۔ تذکروں میں لکھا گیا ہے کہ سعدیؔ نے اس مدرسہ میں ۳۰ سال تک تعلیم حاصل کی۔ سعدیؔ کے

سینے میں ایک بے چین اور بیقرار دل تھا وہ ایک جگہ پابند ہو کر نہیں رہنا چاہتے تھے بلکہ ساری دنیا میں گھومنا اور لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔اس جہان گردی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت ایران مغلوں کے ہجوم میں گرفتار اور فارس خوارزمشاہیوں اور اتابکوں کی کشمکش میں مبتلا تھا۔اس لئے ان کا دل اپنے وطن سے اچاٹ ہو گیا اور انہوں نے سیر وسیاحت شروع کر دی ہو۔ سعدیؒ نے ۳۰ سے ۴۰ سال کی مدت مسافرت میں گزاری ۔بغداد، شام، فلسطین، مکہ معظمہ، شمالی افریقہ، کاشغر، ہندوستان اور ترکستان تک گھومے۔ دوران سیاحت آپ نے چودہ حج بھی کئے۔ مختلف ملکوں، شہروں اور طرح طرح کی ملتوں کو دیکھا، مختلف فرقوں اور مذاہب سے واقف ہوئے۔اس طولانی سفر سے سعدیؒ ہر قسم کے معنوی تجربات اور افکار عالیہ کی ایک دنیا لئے شیراز واپس لوٹے۔اس زمانے میں ان کا ممدوح اور سرپرست جن کے نام کی نسبت سے انہوں نے اپنا تخلص سعدیؒ اختیار کیا تھا یعنی اتابک ابو بکر بن سعد بن زنگی حکومت کرتا تھا اور ہر طرف امن وآشتی کا ماحول قائم ہو گیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنے ایک شعر میں بھی کیا ہے۔

چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم

پلنگان رہا کردہ خوی پلنگی

ملک کے حالات سازگار دیکھ کر جب ان کا دل مطمئن اور شادمان ہو گیا تو سعدیؒ کو تصنیف وتالیف کا خیال آیا اور اپنے تجربات اور افکار عالیہ کا تحفہ ''گلستان'' اور ''بوستان'' کی شکل میں پیش کیا۔ سعدیؒ نے ۶۵۵ھ میں بوستان نظم کی، جو علم اخلاق پر مبنی ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ بوستان مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) درعدل ورای وتدبیر جہانداری

(۲) دراحسان

(۳) درعشق

(۴) درتواضع

(۵)دررضا

(۶)درقناعت

(۷)درتربیت

(۸)درشکر

(۹)درتوبہ

(۱۰)درمناجات۔

۶۵۶ھ میں گلستان تصنیف کی جو پندونصائح اور تہذیب واخلاق پر لکھی گئی ایک مایہ ناز تصنیف ہے۔گلستان مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے:

(۱)سیرت بادشاہان

(۲)اخلاق درویشان

(۳)فضیلت قناعت

(۴)فضیلت خاموشی

(۵)عشق وجوانی

(۶)ضعف وپیری

(۷)تاثیر تربیت

(۸)آداب صحبت۔

"گلستان" اور "بوستان" سعدیؒ کی ایسی تصانیف ہیں کہ فارسی زبان میں کوئی کتاب ان سے زیادہ مقبول نہیں ہوئی۔ تقریباً تمام دینی مدارس میں ان کتابوں کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مشرق اور مغرب کی اکثر زبانوں

میں ان کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ان تصانیف کے علاوہ سعدیؒ کے قصائد، غزلیات ،قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مثنویات اور عربی قصائد بھی ہیں جو ان کے دیوان میں شامل کر دئے گئے ہیں۔

سعدیؒ ان خوش نصیب شعراء میں سے ہیں جن کی شہرت ان کی زندگی بلکہ جوانی میں ہی اطراف عالم میں پھیل چکی تھی۔ حافظ شیرازیؒ اور امیر خسروؒ دہلوی جیسے عظیم غزل گو شعراء نے بھی سعدیؒ کی برتری اور بزرگی کو قبول کیا ہے۔

سعدیؒ کے سبک کی تقلید میں بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً گلستان کی طرز میں جامیؒ کی بہارستان، معین الدین جوینی کی ''نگارستان''۔اور قاآنی کی ''پریشان''۔اس عظیم مرتبہ شاعر کی وفات ۶۹۱ھ میں اپنے وطن شیراز میں ہوئی اور اسی شہر میں دفن ہوئے۔

سعدی بحثیت شاعر:

سعدیؒ غزل کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ متقدمین میں الگ سے باضابطہ غزل لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ قصیدہ کے شروع میں تشبیب کے جو اشعار لکھتے تھے اور جن میں حسن وشباب کا ذکر ہوتا تھا انہی کو غزل کہا جاتا تھا۔ سعدیؒ سے پہلے انوریؒ اور ظہیر فاریابی نے باضابطہ غزلیں لکھی ہیں لیکن ان سے بھی قصیدہ کی بو آتی ہے۔اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ سعدیؒ ہی وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے غزل کو صحیح معنوں میں غزل بنایا۔ سعدیؒ کی غزل گوئی کا کمال یہ ہے کہ ان کے اشعار میں ذاتی جذبات کا عکس جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جو کچھ کہتے ہیں آپ بیتی ہے۔عاشقانہ مضامین سعدیؒ سے قبل بڑی سادگی سے ادا کئے جاتے تھے لیکن سعدیؒ یہ مضامین بڑی جدت سے بیان کرتے ہیں۔اخلاقیات کو موضوع بنا کر جو غزلیات کہی گئی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔اس کے علاوہ سعدیؒ نے تصوف وعرفان کو موضوع بنا کر بھی اشعار کہے ہیں۔

سعدیؒ سے قبل جن شعراء نے قصیدہ نگاری کی، بیشتر نے شکوہ و شکایت یا تعریف و توصیف جیسے موضوعات پر اشعار کہے لیکن سعدیؒ چونکہ ایک آزاد خیال شاعر تھے جو کچھ محسوس کرتے تھے،اشعار میں بیان کر دیتے تھے۔ قصیدہ نگاری میں آپ کو دیگر شعراء پر اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ آپ نے کبھی طمع کی خاطر قصیدہ نہیں لکھا بلکہ وہ

اپنے زمانے کے بادشاہوں اور امیروں کو عدل و نیکوکاری کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ کبھی چاپلوسی اور خوشامدی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ انہیں دلیرانہ نصیحتیں کرتے تھے۔ مبالغہ آرائی کے بجائے بادشاہوں کو ظلم و ستم کے برے نتائج سے آگاہ بھی کرتے تھے۔

سعدیؔ نے دیگر شعراء کی طرح مرثیے بھی کہے ہیں اور اس صنف میں بھی نئی راہ نکالی ہے۔ سعدیؔ پہلے شاعر ہیں جو ایک آدمی کا مرثیہ لکھتے ہوئے پوری قوم کی نوحہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سعدیؔ نے خلیفہ معتصم باللہ کا جو مرثیہ لکھا ہے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ پوری قوم یا ملک کا مرثیہ ہے۔

مختصر یہ کہ سعدیؔ نے جملہ اصناف سخن پر طبع آزمائی کی اور اپنا لوہا منوایا، ان کی غزلیات ہوں یا قصائد، مرثیے ہوں یا قطعات سب میں وہ لاثانی ہیں۔ سعدیؔ کے کلام میں سادگی، لطافت، شیرینی، سوز و گداز، منظر نگاری، اخلاق، پند و نصائح، تصوف، معاملہ بندی، روانی غرض کہ سب کچھ موجود ہے۔ فارسی زبان و ادب پر سعدیؔ کے بے شمار احسانات ہیں۔ اہل یورپ نے مولانا رومیؔ اور عمر خیامؔ کی طرح سعدیؔ کی طرف بھی بہت اعتناء کیا اور سعدیؔ کی تصانیف خاص کر ''بوستان'' اور ''گلستان'' کا اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ بھی کیا۔ سعدیؔ نے اپنی عمر کا آخری حصہ شیراز میں بسر کیا اور وہیں ۶۹۱ھ کو وفات پائی۔ آپ شیراز میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار سعدیہ کے نام سے موسوم ہے اور زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔

۳۔پروین اعتصامی کی حالات زندگی وادبی خدمات:

گذشتہ ۸۶ سال کے حدود میں جن ایرانی خواتین نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا ہے،ان میں سب سے اہم اور عالی مقام شاعرہ پروین اعتصامی ہیں۔ یہ ۱۲۸۵ھ،۱۹۰۷ء میں تبریز میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد اعتصام الملک مرزا یوسف خان ایران کے نامی گرامی فضلاء میں شمار کئے جاتے تھے۔انہوں نے اپنی زندگی میں پریس، جرائد اور کتاب خانہ کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ ساتھ ہی فرانسیسی اور عربی زبان کی متعدد کتابوں کا بھی انہوں نے ترجمہ کیا ہے۔پروین ایام طفلی میں ہی والد کے ساتھ تہران آگئیں اور یہیں ابتداًء اپنے والد سے اور بعد میں کچھ دوسرے استادوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عربی اور فارسی میں جب انہیں کچھ مہارت ہو گئی تو اعلیٰ تعلیم کے بعد ۱۳۱۳ھ میں ان کی شادی قریب کے ایک رشتہ دار سے ہو گئی لیکن ان کا یہ رشتۂ ازدواج زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا اور تقریباً ۹ ماہ بعد اپنے شوہر سے الگ ہو گئیں۔پروینؔ نے طلاق کے اس واقعہ کی جانب اشارہ بھی کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

ای گل توز جمعیت گلزار چہ دیدی\
جز سرزنش وبد سری خار چہ دیدی\
ای لعل دل افروز تو باا این ھمہ پر تو\
جز مشتری سفلہ بیازار چہ دیدی\
وقتی بچمن لیک قفس گشت نصیب\
غیر از قفس ای مرغ گرفتار چہ دیدی

پروین ۱۳۲۰ھ میں ٹائیفائڈ میں مبتلا ہوئیں اور تقریباً بارہ دنوں بعد انتقال کر گئیں اور قم میں دفن ہوئیں۔

فارسی ادب کی جدید تاریخ میں شاعرات کا بھی ذکر ملتا ہے۔لیکن ان تمام شاعرات میں پروین جیسی پختہ گو اور بالغ نظر کوئی شاعرہ نہیں آتی ہے۔جوانی میں ہی حکیمانہ نظر کا پیدا ہوا جانا خدائی مدد ہے۔پروین کا دیوان، قصائد

مثنویات اور قطعات پر مرتب ہو کر تین مرتبہ اشاعت کے مرحلے سے گذر چکا ہے۔ اشاعت اوّل میں بہار مشہدی نے اس کا دیباچہ لکھا ہے۔

قصیدہ نگاری میں پروین پر حکیمانہ رنگ وآہنگ غالب ہے۔ ان کے قصیدے مدحیہ آلائش سے یکسر پاک ہیں۔ ناصر خسرو اور سعدیؔ وغیرہ سے انہوں نے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قصیدوں میں پند وموعظت کے ساتھ ساتھ دنیا کی ناپائیداری کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا فانی ہے لہٰذا عیش ونشاط کی زندگی کو یکسر ترک کر کے حرص وآز سے دل کو پاک وصاف رکھنا چاہئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ای شدہ شیفتہ گیتی و دوران ش

دہر دریا است بیندیش ز طوفانش

آنکس کہ چو سیمرغ بی نشانست

از رہزن ایّام در امانست

لیکن پروین کی نظر صرف مادی اسباب کی فنائیت اور بے ثباتی پر تھی۔ انہوں نے صرف انہیں اسباب مادی میں منہمک رہنے اور عاقبت کی فکر نہ کرنے کی مذمت کی ہے۔ اس بات کی تلقین نہیں کی ہے کہ زمانہ ناساز گار ہے۔ اس لئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہو۔ اور کوئی کام نہ کرو۔ ان اشعار میں جابجا کاہلی اور غفلت وغیرہ پر بھی سرزنش اور سعی وعمل کا پیغام بھی موجود ہے۔

پروین کا انسان ایک مجسمہ اخلاق ہے۔ جو درویش صفت، پاکباز، شریف اور خدمت گذار ہے۔ ان کا پیغام امید، آرزو، عمل، کسب کمال وہنر، نیکی اور ہمت وغیرہ ہے۔

پروین کی اکثر مثنویاں اور قطعات، سوال وجواب اور مناظرہ کی صورت میں ہیں۔ یہ روایت اگرچہ متروک ہے لیکن پروین کے یہاں نہایت آب وتاب کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ پروین کی نظموں میں دو آدمی آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور کبھی حیوان جیسے مرغ وماہی، مور ومار اور کبھی جمادات ونباتات بھی مناظرہ پر اتر آتے ہیں۔ مثلاً خاک و باد،

ابر وباراں،دام ودانہ، اور چشم ومژگاں وغیرہ۔ پروین نے اپنے حسن تخیل اور لطافت بیان سے مکالمی کی صورت دے کر تلخ نصیحتوں کو شیریں بنادیا ہے۔اس کے مخاطبین نوجوان مرد وعورت اور بچے ہیں۔اس لئے ان کی نصیحت کا یہ انداز دلچسپ اور مفید ہے۔

پروین اعتصامی کی شاعری اخلاقی مضامین کی حامل ہے جو تصوف کا رنگ لئے ہوئے ہے۔پروین کے مضامین بنیادی طور پر وہی ہیں جو کلاسیکی شاعروں کے رہے ہیں۔ لیکن کلاسیکی طرز بیان اور انداز نظر سے یکسر تو نہیں لیکن عاری ہیں۔اور روایتی شاعری کی آواز بازگشت معلوم ہوتے ہیں۔البتہ کبھی کبھی ان میں دور حاضر کا شعور جھلک اٹھتا ہے۔اور یہ ایک نئی معنویت اختیار کر لیتے ہیں۔خاد و باد،ابر وباراں،دام ودانہ، چشم ومژگان اور مناظرہ جو بظاہر ایک روایتی نظمیں ہیں،پروین نے ان افسانوں کی گفتگو میں ڈرامائی مضمون کو نہایت دلچسپ طرز میں پیش کیا ہے۔اسی طرح ایک سرکاری ملازم کی بیٹی ہوتے ہوئے بھی پروین نے طبقاتی کشمکش کا عکس جو حاکم اور محکوم کے درمیان ہوتا ہے،نہایت کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مثلاً ''مناظرہ''میں خون کے دو قطروں کو باہم گفتگو کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ایک قطرہ بادشاہ کے ہاتھ سے ٹپکتا ہے،اور دوسرا مزدور کے پاؤں سے۔ پہلا قطرہ دوسرے سے کہتا ہے: ''آؤآپس میں مل جائیں، کیونکہ الگ رہ کر ہم میں سے کسی ایک کا بھی بھلا نہیں ہو سکتا۔'' دوسرا قطرہ جواب دیتا ہے ''نہیں، ہم دونوں میں بہت فرق ہے، مجھ جیسے کا اتحاد صرف یتیموں کے اشک اور مزدوروں کے خون کے ساتھ ہو سکتا ہے۔''اس بحث کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے۔

ز قید بندگی این بستگان شوند آزاد

اگر بشوق رہائی زنند بال وپری

یتیم و پیر زن اینقدر خون دل بخورند

اگر بخانۂ غارتگری فتد شرری

بحکم ناحق ہر سفلہ خلق رانکشد

اگرز قتل پدر پرسشی کند پسری

پروین کی شاعری کی اہم خصوصیت جس کا اظہار مختلف شکلوں میں ہوتا ہے، غریب وں اور ناداروں کی حالت کا احساس ہے۔پروین ''مادرِ دوراندیش'' ہے۔وہ اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتی ہیں۔یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ساتھ انہیں اپنی بہنوں سے بھی سچی ہمدردی ہے۔ان کے بیان میں فکر و شعور کی گہرائی نہ سہی، جذبے کی صداقت ضرور پائی جاتی ہے، کبھی کبھی وہ کسی مفلس اور یتیم بچے کی زبان سے سماجی اختلافات کا گلہ کرواتی ہیں۔

طفلی مرا ز پہلوی خود بے گناہ راند

آن تیر طعنہ زخم کم از نیشتر نداشت

اطفال را بصحت من از چہ میل نیست

کودک مگر نبود کسی کہ پدر نداشت

پروین کی نظروں میں سماجی اور معاشی ظلم و ستم پر بھی تنقید ملتی ہے۔انہوں نے اپنی نظم ''گنج ایمن'' میں ایک بچے کا ذکر کیا ہے، جو سر پر پھولوں کا تاج دیکھ کر اپنا مقابلہ شاہوں سے کرتا ہے،اتفاقاً ادھر سے ایک دانا شخص کا گذر ہوتا ہے،وہ اس منظر کو دیکھ کر اس بچہ سے کہتا ہے۔

بروگذشت حکیمی و گفت ای فرزند

برھن است کہ مثل تو بادشاہی نیست

ہنوز روح روز الایش بد پاکست

ہنوز قلب تورانیت تباہی نیست

ترابس است ہمیں برتری کہ بردر تو

بساط ظلمی و فریاد داد خواہی نیست

'ای گربہ "پروین اعتصامی کی ایک معرکتہ الآرا جذباتی نظم ہے۔ یہ نظم ہیئت اور موضوع کے اعتبار سے جدید رجحانات کی حامل ہے۔ فارسی شاعری میں محبت کا تصور تو بہت ملتا ہے، لیکن ایسی مثالیں کم ہی ہوں گی جن میں پروین کی طرح کسی جانور کے ساتھ جذباتی لگاؤ کا اظہار کیا گیا ہو۔ اس نظم کا پہلا بند یہ ہے۔

ای گربہ تراچہ شد کہ ناگاہ

رفتی و نیامدی دگربار

روز گذشت وہفتہ وماہ

معلوم نشد کہ چون شداین کار

جای توشبانگہ وسحر گاہ

دردامن من تہیست بسیار

درراہ توکند آسمان جاہ

کار توزمانہ کرددشوار

پیدانہ بخانہ ای نہ برہام

پروین اعتصامی نے اپنی نظموں میں زیادہ تر حکایت اور مناظرے کا طرز برتا ہے۔ یوں تو یہ مناظرے اس دقیانوسی عہد کی یاد دلاتا ہے جب کلیلہ ودمنہ اور حکایات لقمان کا رواج تھا۔ لیکن اب چونکہ انسانی فکر ارتقا پاچکی ہے اس لئے حیوانات اور جمادات میں گفتگو کا یہ انداز عجب سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن عصرِ حاضر کا ہر شخص جو اپنے آپ کو دانا اور جہاندیدہ سمجھتا ہے، اس کو براہ راست نصیحت کے اسباق پڑھنا اتنا دورس نتیجہ پیدا نہ کرتا۔ پروین نے حسن تخیل اور لطافت بیان سے مکالمہ کی صورت دے کر تلخ نصیحتوں کو شیریں بنادیا ہے۔ اس کے مخاطبین نوجوان مرد، عورتیں اور بچے ہیں، اس لئے نصیحت کا یہ انداز دلچسپ اور مفید ہے۔ اظہار بیان کی یہ خصوصیت پروین اعتصامی کے

کلام کوچمکا دیتی ہے۔اور چاہے ان کے مضامین اپنے روایتی رنگ وروپ کے سبب ہمیں متاثر کریں یا نہ کریں، لیکن ان کی شعریت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہار نے ان کی شاعری سے متعلق بڑی نپی تلی رائے کا اظہار کیا ہے۔

نمونہ کلام:

۱۔

مادر موسی چو موسی را بنیل

در فلند از گفتۂ ربّ جلیل

۲۔

خود ز ساحل کرد با حسرت نگاہ

گفت: کای فرزند خرد بی گناہ

۳۔

گر فراموشت کند لطف خدای

چون رہی زین کشتی بی ناخدای؟

۴

گر نیارد ایزد پاکت بباد

آب خاکت را دہد ناگہ بباد

۵۔

وحی آمد کاین چہ فکر باطلست

رہرو ماا ینک اندر منزلست

۶۔

پردۂ شک را برانداز از میان

تا ببینی سود کردی یا زیان

۷۔

ما گرفتیم آنچہ راانداختی

دست حق رادیدی و نشناختی

۸۔

در تو تنہا عشق و مہر مادریست

شیوۂ ما عدل و بندہ پروریست

۹۔

نیست بازی کار حق خود را مباز

آنچہ بردیم از تو، باز آریم باز

۱۰۔

سطح آب از گاہوارہ اش خوشترست

دایہ اش سیلاب و موجش مادرست

۱۱۔

رودہااز خود نہ طغیان می کنند

آنچہ می گوییم ما،آن می کنند

۱۲۔

مابدریاحکم طوفان می دہیم

مابسیل وموج فرمان می دہیم

۱۳۔

نسبت نسیان بذات حق مدہ!

بارکفرست این بدوش خود منہ

خلاصہ کلام:

شاعرہ کے کلام میں باریک بینی ، نازک خیالی اور خالق حقیقی سے ربط اور وابستگی بہت گہری پائی جاتی ہے۔ خالق حقیقی پر توکل کی ایک مثال ان کے کلام میں اس طرح جھلکتی ہے کلام میں اس طرح فرماتی ہیں جب حضرت موسیٰ کی ماں نے جب موسیٰ کو اللہ کے حکم سے لکڑی کے ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا دیتی ہیں تو خود کنارے پر کھڑی ہو کر اُسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی اور کہااے میرے لختِ جگر جو بہت ہی معصوم اور بے گناہ ہے۔اگر تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو بھلادے گا تو پھر تجھے اس کشتی سے جو ملاح کے بغیر چل رہی ہے کون باحفاظت باہر نکالے گا یعنی تیرے اس لکڑی کے صندوق کی کون حفاظت کرے گا۔اگرپاک پروردگار تجھے بھلادے گا تو دریاکا یہ پانی تجھے طوفان کے حوالے کردے گااور تو تباہ وبرباد ہو جائے گا۔اسی سوچ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہو گئی کہ تیری یہ کیسی باطل سوچ ہے۔ ہمارا مسافر یعنی حضرت موسیٰ تو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ تو اپنے دل سے شک کا پردہ ہٹاتا کہ تو دیکھ سکے کہ تو نے نفع کا کام کیا ہے یا نقصان کا۔ جسے تو نے ہمارے حکم سے دریامیں ڈالا تھااس کو ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔اصل میں تو نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہ یکھا ہے اور نہ پہچانا

ہے آپ کے اندر صرف مادرانہ شفقت یعنی ماں کی ممتا ہے اور ہمارا طریقہ کار بندہ پروری اور سب کے ساتھ ایک جیسا انصاف کرنا ہے۔

ان کے اشعار میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا بیان ملتا ہے، دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو بے سہارا، مجبور اور یتیم لوگ بہت زیادہ پسند ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی آہ عرش عظیم کو ہلا کرر کھ دیتی ہے۔

نیز پروین اعتصامی نے انسان کے گھٹیا کاموں کی وضاحت کی ہے۔ وہ اصل میں بد افعال کے ذریعے دُنیاوی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے ظاہری طور پر نمرود کے عمل سے جو لوگوں کے راستوں کے بیچوں بیچ کنویں کھدوائے تاکہ مسافر کنویں کے بیچ گریں اور پتہ چلے کہ یہ کام اسی کا ہے۔ روشنی کا طلبگار ہوا لیکن اللہ کے نور سے نہیں دھویں سے۔ دریاؤں اور سمندروں کے کناروں پر محل تعمیر کروائے۔ علاوہ ازیں نہایت ہی گھٹیا اور چور لوگوں کو اپنے دربار میں ہمراز بنا کرر کھتا تھا۔۔۔۔۔اس طرح کا کلام لکھ کر فتنہ وفساد، حسد اور کینہ س لوگوں کو دور رہنے کی تلقین کرتی ہیں

شعر ھای نایاب پروین اعتصامی:

نیکنامی نباشد از رہ عجب

خنک آر زرع ھوس ھمی راندن

روز دعویٰ چو طبل بانگ زدن

وقت کوشش زکار واماندن

خستگان راز طعنہ جان خستن

دل خلق خدای رنجاندن

خود سلمان شدبہ ثروت وجاہ

دیگراں راز دیو سر ساندن

به افتادگان ستم کردن

زهر راحامی شهد نوشاندن

روشنی اندوز که دل راخوشی است

معرفت آموز که جان راغزااست

پایه قصر هنر وفضل را

عقل نداندز کی ابتدااست

پرده الوان توی رابدر

تا ببیں پرده بینی چهاست

شعر زیبای پروین اًتصامی:

اینکه خاک سهیش بالین است

اختر چرخ ادب پروین است

گرچه جز تلخی از ایام ندید

هر چه خواهی سحتش شیرین است

صاحب ان همه گفتار امروز

سائل فاتحه ویاسین است

دوستان به زوی یاد کنند

دل بی دوست دل غمگیں است

زادن وکشتن وپنهان کردن

دهر رارسم راه دیرین است

UNIT-V

فارسی زبان وادب کاارتقاء

بحوالہ غزل، قصیدہ، رباعی ومثنوی

غزل کاتعارف:

فارسی میں غزل، عربی سے آئی ہے اور شروع میں غزل قصیدہ کے ابتدائیہ، عشقیہ یا بہاریہ اشعار کا حصّہ تھیں یعنی ان میں اس کا رنگ پایاجاتا تھا۔رودکیؔ کے قصیدہ کے ابتدائی مشہور اشعار میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

بوے جوے مولیان آید ہمی

یادیار مہربان آید ہمی

شاہ سرواست وبہارابوستاں

سروسوے بوستاں آید ہمی

شاہ ماہ است وبہاراآسماں

ماہ سوے آسمان آید ہمی

فارسی زبان وادب کا احیاء سامانی دور سے شروع ہو گیا تھا۔اسی دور کے مشہور ومعروف شاعر کا کلام اپنے اندر غزلیہ رنگ رکھتا تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا دیگر شعراء اس میدان میں کوشش کرتے گئے اور اس صنف سخن میں ترقی ہوتی گئی۔خواجو کرمانی ودیگر شعراء نے بھی غزلیات لکھیں ہیں لیکن انہین خاطر کو اہ داد نہ مل سکی، یہ صنف سخن ترقی کرتے کرتے شیخ سعدیؔ کے ہاتھوں پہنچی جہاں شیخ نے اسے قصیدہ کے پیڑ سے شاخ کاٹ کر الگ پودا لگایااور یہ اور زیادہ مقبول صنف سخن بن کر رونما ہوئی۔

شیخ نے سادہ اور عام فہم غزلیات لکھیں جو ہر خاص وعام آدمی سمجھنے لگا۔چند مطلع ان کی غزلیات کے پیش کیے جاتے ہیں

سر و بالای بہ صحرا مر رود

رفتنش بین تاچہ زیبامی رود

جہاں شاعر کا یہ تصور ہے کہ میرا سر وجیسا قد رکھنے والا محبوب اس طرح جا رہا ہے کہ اس کا جانا یا چلنا اس قدر خوبصرت ہے کہ اس کا اندازہ تک نہیں وہاہی کہتے ہیں۔

اھل را گو نگہ دارید چیشم

کان پری پیکر بہ یغمامی رود

اب غزل میں ہر طرح کے موضوع شامل ہونے لگے ہیں

اس میدان میں ارتقاء کی منزلیں خافظ شیرازی کے ہاتھوں زیادہ مضبوط ہوئی

غزل کی تعریف:

غزل ایک مقبول ترین صنف شاعری ہے جس کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا پھر عورتوں کے متعلق باتیں کرنا ہیں۔ ہرن کے بچے کے منہ سے نکلنے والی درد بھری آواز کو بھی غزل کا نام دیا جاتا ہے۔ ہیت کے لحاظ سے غزل ایک ایسی صنف سخن ہے جس کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہوتی۔ یعنی کم از کم پانچ اور زیادہ کی تعداد مقرر نہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ ایک ایرانی صنف ہے۔ جو فارسی کے ساتھ ہی ہندوستان میں رونما ہوئی۔ غزل کا ہر شعر ہم قافیہ وہم ردیف ہوتا ہے۔ ردیف نہ ہونے کی صورت میں ہم قافیہ ہوتا ہے۔ پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں مطلع کہلاتا ہے۔ جبکہ آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے مقطع کہلاتا ہے۔ غزل کا ہر ایک شعر ایک مستقل اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہر شعر میں الگ ہی مفہوم باندھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک پوری غزل بھی ایک مضمون پر مبنی ہو سکتی ہے۔ غزل ایک ہی بحر میں لکھی جاتی ہے۔

اصطلاح شاعری میں غزل سے مراد وہ صنف نظم ہے جس کا ہر ایک شعر الگ اور مکمل مضمون کا حامل ہو اور اس میں عشق و عاشقی کی باتیں ہوئی ہوں خواہ وہ عشق حقیقی ہو یا عشق مجازی۔ تاہم آج کل کی غزل میں عشق

وعاشقی کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی اظہار خیال کو روا جانا جانے لگا۔ غزل کا آغاز فارسی زبان سے ہوا مگر اس کا سراغ عربی تک بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس طرح دُنیا میں کوئی بھی قوم شاعری سے خالی نہیں ہے اسی طرح کوئی بھی قوم عشقیہ شاعری سے خالی نہیں ہے۔ اس میدان میں ایران تمام ممالک سے پیش پیش رہا ہے۔ ایران میں عشقیہ شاعری کا مقابلہ آج تک کوئی دوسری صنف سخن نہ کرسکی۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ایران میں شاعری کی ابتداء قصیدے سے ہوئی۔ شروع میں قصیدے کے آغاز میں عشقیہ اشعار کہنے کا عام رواج تھا۔ یعنی جب بھی کوئی شاعر قصیدہ کہتا تھا تو پہلے عشق و محبت سے متعلق کچھ اشعار کہتا تھا۔ بعد میں شعراء نے جب ان اشعار کو قصیدہ سے الگ کرلیا تو اس طرح ایک اور صنف یعنی غزل وجود میں آگئی۔

غزل میں تین اہم کردار خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جس میں عاشق، محبوب اور رقیب شامل ہیں۔ شاعر ہمیشہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کی عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر اس کے بعد اپنے محبوب کے ظلم و ستم پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور بعد ازاں اپنے رقیب کو بھی برا بھلا کہہ جاتا ہے۔ شاعر یہ تمام صورت حال ایک خاص ترتیب سے بیان کرتا ہے۔ جیسے ایک شعر میں اگر محبوب کے حسن کی کیفیت بیان کردی جاتی ہے تو دوسرے شعر میں ظلم و ستم اور تیسرے شعر میں ہجر کا دُکھ بیان کیا جاتا ہے اس طرح دل کے جذبات کا اظہار، ہجر و وصال کی کیفیت 'شکایت زمانہ، تصوف اور حقیقت و عرفان کے موضوعات سے بحث کی جاتی ہے۔ غزل کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں آج کے دور میں ہر طرح کا موضوع ڈالا جاسکتا ہے اور سعدیؔ کی شاعری میں تو غزل نے ایک نئی اکائی کی صورت میں جنم لیا ہے۔ آج کے دور میں بھی اس میں درخشاں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔

سبھی تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ فارسی شاعری کا باوا آدام رودکیؔ ہے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ رودکیؔ کے زمانے میں ہی غزل نے اپنی ایک الگ پہچان بنالی تھی۔ رودکیؔ نے اس صنف سخن کی خوب طبع آزمائی کی لیکن بد قسمتی سے ان کا زیادہ تر کلام زمانے کی دستبرد کا شکار ہو گیا۔ رودکیؔ کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ لہٰذا ہم ان کے کلام کو تیسری صدی ہجری کی ایک بہترین یادگار مان سکتے ہیں۔ رودکیؔ کے بعد دقیقیؔ طوسی نے بھی کچھ غزلیات

اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔اگرچہ غزل قصیدہ سے الگ ہو چکی تھی۔غزل میں معشوق اور قصیدہ میں ممدوح کی تعریف کی جاتی ہے لیکن اس زمانے کے شعراء کی غزلیات میں کہیں نہ کہیں قصیدہ کی جھلک نظر آہی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران میں عرصہ دراز تک جنگ وجدل کا ماحول رہا ہے۔اور شعراء زیادہ تر قصائد ہی لکھتے تھے۔اس لئے لوگوں نے بھی قصیدہ کو ہی زیادہ اہمیت دی۔ایران میں غزل کی ترقی کی تاریخ تصوف سے شروع ہوتی ہے۔اگرچہ تصوف کی ابتداء تیسری صدی ہجری میں ہو چکی تھی لیکن اس نے باقاعدہ ترقی پانچویں صدی ہجری میں حاصل کی۔ صحیح معنوں میں سلجوقی دور میں حکیم سنائی اور اوحدہ مراغہ ای کے ہاتھوں غزل کی ترقی کا آغاز ہوا۔

اس کے بعد فرید الدین عطار، مولانا رومیؔ اور عراقیؔ نے اس کی ترقی کی چند اور منازل طے کیں۔ان کے دور میں غزل جہاں جذبات سے لبریز ہوئی وہیں اس کی زبان میں سلاست ، روانی ،صفائی کے ساتھ ساتھ سادگی اور پختگی بھی آگئی۔ان شعراء نے عشق حقیقی کو موضوع بنا کر غزلیں کہی ہیں۔اس لئے ان کے کلام میں حقیقت کا پہلو زیادہ غالب نظر آتا ہے۔اور شائد یہی وجہ رہی کہ ان کی غزلیں اتنی زیادہ مقبول نہیں ہوئیں۔

تاتاریوں کے زمانے کو ایران میں فتنہ وفساد اور خون ریزی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس دور میں امن وآشتی کا مکمل طور سے شیرازہ بکھر چکا تھا۔تاتاریوں کے نزدیک لوگوں کے بہتے ہوئے خون کو دیکھنا ان کا مال ودولت لوٹنا، ان کے لواحقین کی آہیں اور کراہیں سننا،آباد گھروں کو پیوند زمین کرنا سب سے بڑی خوشی تھی۔ایسے ماحول میں شعراء کا رجحان قصیدہ سے ہٹ کر غزل کی طرف زیادہ ہونے لگا۔

مشہور زمانہ غزل گو شاعر سعدیؔ شیرازی ۶۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کا خاندان علم وفضل کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔سعدیؔ فطرتاً شاعر تھے اور زبان خدا داد تھی۔لہٰذا آپ نے بہت معیاری اور عمدہ غزلیں کہی ہیں۔آپ کے کلام خاص کر غزلیات کو ایران کے ساتھ ساتھ دیگر کئی ممالک میں خوب سراہا گیا۔آج دُنیا کی کئی زبانوں میں آپ کے کلام کا ترجمہ ہو چکا ہے۔سعدیؔ کے بعد امیر خسروؔ، حسن دہلوی، سلمانؔ اور خواجوؔ نے خوب غزلیں لکھیں اور اپنا لوہا منوایا۔ان کے بعد حافظ شیرازی کا دور شروع ہوتا ہے۔حافظؔ نے غزل کے میدان میں جو تھوڑی کسر رہ گئی تھی اسے پورا کیا اور غزل ہیں اس قدر جوش جذبہ اور درد پیدا کیا کہ سارا ایران گونج اُٹھا۔حافظؔ نے مختلف موضوعات پر غزلیں

کہی ہیں۔یعنی جہاں حافظؔ نے فلسفہ ، تصوف ، اخلاق، سیاست اور پند و نصائح کو موضوع بنا کر غزلیات کہی ہیں وہاں غزل میں لطافت، رنگینی اور شیرینی کو بھی قائم رکھا ہے۔حافظؔ کی غزلیات میں جو مٹھاس اور لطافت پائی جاتی ہے اس کی ایک وجہ شائد یہ بھی ہے کہ حافظ اپنے سینہ میں قرآن پاک رکھتے تھے ۔ ہر ایرانی دیوان حافظ کو اپنے گھر میں خیر و برکت کے لئے رکھتا ہے۔

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظؔ

بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری

حافظؔ کے بعد صفویوں کا دور شروع ہوتا ہے ۔ صفوی چونکہ شیعہ تھے اس لئے انھوں نے جہاں شیعت کو ایران کا سرکاری مذہب قرار دیا وہاں شعراء کو حمد، نعت رسول، منقبت اور آل رسول کی مدح میں طبع آزمائی کرنے کو کہا اور مرثیے کو اپنا موضوع سخن بنایا۔صائبؔ،کلیمؔ،وحشیؔ،عرفیؔ جیسے بلند پایہ شاعر اسی دور کی زینت ہیں۔ان کے دور میں اگرچہ غزل کے لئے ماحول موافق نہیں تھا لیکن پھر بھی ان شعراء نے زور دار غزلیں کہی اور کافی شہرت حاصل کی۔

فارسی زبان اگرچہ ہندوستان میں مغلوں کی آمد سے پہلے ہی اپنی رسائی حاصل کر چکی تھی لیکن مغلوں کی سلطنت قائم ہونے کے بعد بھی فارسی زبان کمال عروج پر پہنچی۔

مغلیہ سلطنت کا بانی بابر بھی فارسی زبان وادب کا خوب شیدائی تھا۔اس نے بھی فارسی غزل کی طرف خاص توجہ مرکوز کی۔اس کے علاوہ ہمایوں، اکبر، جہاں گیر اور شاہ جہاں بھی ایرانی علوم اور ادبیات کے زبردست سرپرست اور فارسی زبان کے حامی تھے ۔ مغلوں کی درباری زبان فارسی تھی لہٰذا ان مغل شہنشاہوں کی فارسی زبان کے تئیں خاص دلچسپی کو دیکھ کر ایران کے کافی شعراء نے ان کے دربار میں حاضری دے کر اپنے کلام سے ان کو خوب محظوظ کیا اور بدلے میں شاہی انعامات سے نوازے گئے۔ان شعراء میں ابو طالب کلیم، محمد جان قدسیؔ، صائب تبریزی، فیضیؔ، عرفی شیرازی، طالب آملی وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۔ ان ایرانی شاعروں اور ہندوستان میں پیدا ہوئے

شعراء نے مل کر ''سبک هندی'' کے نام سے ایک نئے سبک کی بنیاد ڈالی۔ کلیمؔ، قدسیؔ اور غنیؔ کشمیری کی غزلیات، اس نئے سبک کا ایک خاص نمونہ ہیں۔

غزلیات کے چند نمونے:

خواجو کرمانی: ای صبح صادق رخ زیبای مصطفی

وی سر وراستان قدر عنای مصطفی

خواجه گدای درگه او شو که جبرئیل

شد با کمال مرتبه مولای مصطفی

سعدیؔ شیرازی: ساقی بده آن کوزه یاقوت روان را

یاقوت چه ارزد بده آن قوت روان را

تا مست نباشی نبری بار غم یار

تا مدعیان هیچ نگویند جوان را

ای روی توارام دل خلق جهانی

بی روی تو شاید که نبینند جهان را

امیر خسروؔ: ابر می بارد و من میشوم از یار جدا

چون کنم دل به چنین روز ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستاده به وداع

من جدا گریه کنان، ابر جدا، یار جدا

ای مرا در سر هر موی به زلفت بندی

چہ کنی بند ز بندم ہمہ یکبار جدا

غالبؔ: منم آن خستہ کہ گر زخم جگر بنمایم

بر من از مہر دلِ گبر و مسلمان سوزد

منم آن قیس کہ گر سوی من آید لیلیٰ

محمل از شعلہ آواز حدی خوان سوزد

آہ ازین خانہ کہ روشن نہ شود در شب تار

جز بدان خواب کہ در چشم نگہبان سوزد

جاہ ز علم بیخبر علم ز جاہ بی نیاز

ہم محکِ تو زر ندید ہم زر من محک نخواست

غزل کی دنیا میں حافظؔ شیر ازی جنہین ہاتف غیبی نے لسان الغیب ہونے کا مژدہ سنایا ہے، نے ارتقاء کی منزلوں کا آخری حدف قائم کیا ہے نہ ان سے پہلے اور نہ بعد میں ان کے مقابلے کی غزلیات پیش کی گئیں ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے ہم عصر اور بیشتر وو کو نہایت ادب و احترام سے یاد کیا ہے بلکہ انہیں استاد تسلیم کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

استد غزل سعدی است پیش ہمہ کس امّا   دارد غزل حافظؔ طرز سخن خواجو نمونے کے طور پر دیوان حافظ کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

الا یا ایھا الساقی ادر کاسہ و ناولھا

کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلھا

ببوے نافہ کاخر صبا زاں طُرّہ بگشاید

زتابِ جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ

متٰی ما تلق من تہویٰ دع دنیا و اھملھا

قصیدہ کی تعریف:

لفظ ''قصیدہ'' عربی لفظ القصد سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی قصد یا ارادہ کرنے کے ہیں۔ گویا قصیدے میں شاعر کسی خاص موضوع پر اظہار خیال کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے دوسرے معانی موتی پرونے کے بھی ہیں۔ صاحب المنجد کے قول کے مطابق "قصد الشاعر" سے مراد ایسے اشعار کا نظم کرنا ہے جن میں کسی کی مدح یا مزمت مقصود ہو اور اس کے لیے کلام کو طول دیا جائے۔ مضامین کے اعتبار سے تمام اصناف شاعری پر وہی فوقیت رکھتا ہے جو انسانی جسم مین مغز سر کو حاصل ہے۔۔ فارسی میں قصیدے کو جامہ بھی کہتے ہیں۔

قصیدہ کے اصطلاحی معنی کسی زندہ شخصیت کی تعریف کرنے کے ہیں۔ اس کو جنگی ادوار میں سرداروں اور قبائلی حکام کی تعریف کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ عرب کی فتوحات کی بدولت یہ صنف شاعری ایران میں آئی اور پھر یہاں سے برصغیر میں منتقل ہوتی چلی گئی۔

شاعری کی اصطلاح میں قصیدہ اس مخصوص صنف سخن کو کہتے ہیں جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعے آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوں۔ جس میں کسی کی مدح یا ذم بیان کی گئی ہو۔ عربی قصیدے ایسی نظموں پر مشتمل تھے جن میں پہلے شعر کے دونوں اور بقیہ اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ ہوتے تھے لیکن فارسی شعراء نے اس کے ساتھ تقلید کرتے ہوئے ردیف کا اضافہ کیا ہے یہ لازمی بھی نہیں کہ ہر قصیدے میں ردیف بھی ہو لیکن قافیے کا ہونا لازمی ہے۔

دراصل قصیدہ وہ درباری شاعری ہے جس میں شان وشوکت، جاہ وجلال، جوش اور ولولے کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ شاہی درباروں میں قصیدے کو ایک خاص مقام حاصل تھا مگر مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی اس صنف شاعری کا رنگ کچھ پھیکا پڑنا شروع ہو گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ صفوی بادشاہ اہل شیعہ تھے لہٰذا انھوں نے حمد، نعت رسول، منقبت اور آل رسولؐ کی مدح میں بھی شعراء کو طبع آزمائی کرنے کے لئے بولا اور اس طرح یہ صنف حمد ونعت میں ضم ہو کر رہ گئی۔

قصیدہ ہیت کے اعتبار سے غزل سے ملتا جلتا ہے۔اس میں بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ قصیدہ میں پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔ مگر قصیدے میں ردیف لازمی نہیں ہے۔ قصیدے کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے بعض اوقات درمیان میں بھی مطلع لائے جاتے ہیں۔ غزل کی طرح قصیدے میں بھی اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہوتی یعنی کم از کم پانچ اور زیادہ کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ فارسی شعراء کے یہاں کئی ایسے قصائد موجود ہیں جن میں شعراء نے سینکڑوں کی تعداد میں اشعار کہے ہیں۔

قصیدہ کے اجزائے ترکیبی مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ تشبیب، ۲۔ گریز، ۳۔ مدح، ۴۔ مدعا، ۵۔ دُعائیہ

ا۔ **تشبیب:** قصیدے کا پہلا حصہ تشبیب ہے۔اس میں شاعر عشق و محبت کی باتیں، جوانی کے قصّے اور فضا کی رنگینی کا حال بیان کرتا ہے۔ تشبیب میں خود ستائی یعنی اپنے اوصاف بیان کرنے کی بھی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تشبیب پند و نصائح پر مشتمل ہو یا اس میں بے ثباتی دُنیا کا بیان ہو غرض یہ کہ تشبیب کے موضوعات لا محدود ہیں۔ تشبیب کو قصیدے کا سب سے ضروری جز تصور کیا جاتا ہے۔اس لئے شاعروں نے اس پر بہت محنت کی ہے۔انوری کو اپنی تشبیب پر بڑا ناز تھا۔

۲۔ قصیدے میں تشبیب کے بعد گریز ایک دوسرا اہم حصہ مانا جاتا ہے۔اس کی خوبی یہ قرار دی گئی ہے کہ تشبیب کے بعد ممدوح کا ذکر نہایت ہی فطری اور موزوں طریقے سے کیا جائے یعنی بیان میں ایک فطری مناسبت، تسلسل اور ربط قائم رہے۔

۳۔ مدح: قصیدے کا سب سے ضروری جزو مدح سرائی ہے۔اس جز کو قصیدے کا بنیاد جز بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ عربی قصائد میں مدح حقیقت اور واقعیت سے بھرپور ہوتی تھی یعنی اردو شعراء کی طرح انعامات حاصل کرنے کی خاطر جھوٹی تعریفیں نہیں ہوتی تھیں۔یہی وجہ ہے کہ جب ایک عرب شاعر کو کسی نے اپنی مدح کے لئے مجبور کیا تو اس نے جواب دیا کہ ”تم کچھ کر کے دکھاؤ تو میں تمہای تعریف کروں“ مگر فارسی اور اردو میں

مدح کا معیار خیال آفرینی اور مبالغہ ہوتا ہے۔ یہاں ممدوح کی ذات میں مثالی خصوصیات فرض کر کے بیان کی جاتی ہیں۔ قصیدوں میں مدح کا حصہ اکثر تکرار مضامین کی وجہ سے بے لطف ہو جاتا ہے۔

یہ ضروری بھی نہیں کہ ہر قصیدہ مدح اور انعام کی خاطر لکھا جائے کئی شعراء نے نصیحت آموز قصیدے لکھ کر اصلاح معاشرہ کی ہے شیخ سعدیؒ نے اپنے ایک قصیدہ میں دنیا کی بے ثباتی کا بیان کیا ہے جس کا مطلع اس جرح ہے۔

ایھاالناس جہان جائے تن آسانی نیست

مرد دانا بجہان داشتن آسانی نیست

۴۔ مدعا: قصیدے کا چوتھا جز مدعا یا عرض مطلب ہے۔ یعنی مدح گوئی کے بعد قصیدہ نگار اپنا مدعا بیان کرتا ہے۔ یعنی اپنی کسی مجبوری یا پریشانی یا ضرورت کا ذکر کرتا ہے لیکن یہ قصیدے کا لازمی جز نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر قصیدے میں شاعر اپنا مدعا بیان کرے۔

دُعائیہ:

قصیدے کا آخری اہم جز ہے اور نازک مقام بھی کیونکہ دعائیہ اشعار پر قصیدہ کا خاتمہ ہوتا ہے اس میں ممدوح کو بلند خیال اور درازی عمر کی دُعا دی جاتی ہے۔ حسن طلب میں ممدوح کی نفسیات کا خیال رکھا جاتا ہے بعض اوقات شاعر اپنی اچھی یا بری حالت ظاہر کرتا ہے۔ دُعا کے ذریعہ قصیدہ گو شاعر اپنا صلہ بھی طلب کرتا ہے۔ قصیدے کی کامیابی کا دار و مدار زیادہ تر اسی جز یعنی دُعائیہ پر منحصر ہوتا ہے۔ غزل کی طرح قصیدے میں بھی مطلع میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔

قصیدہ کی اقسام

قصیدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ خطابیہ، ۲۔ تمہیدیہ

خطابیہ: خطابیہ قصیدہ وہ ہے جس میں شاعر تمہید باندھے بغیر اپنا اصل مقصد یا مدعا بیان کرے۔ یعنی اگر قصیدہ مدحیہ ہے تو چاہیے کہ ممدوح کو خطاب کرنے کے بعد براہ راست ممدوح کے اوصاف بیان کیے جائیں۔ اگر

قصیدہ ہجو یہ ہے تو سیدھی اس کی مذمت شروع کردے۔اور اگر مدعا وعظ و نصیحت کرنا ہے تو تمہید کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ تمہیدیہ قصیدہ

وہ قصیدہ ہے جس میں اصل مدعا سے پہلے تمہید باندھی جائے پھر مدعا بیان کیا جائے۔ یہ تمہید تشبیب بھی کہلاتی ہے اور بہار و خزاں، عشق وپند و نصیحت کے مضامین پر مشتمل ہوتی ہے۔اس کی رعایت سے قصیدے کو بہاریہ ،عشقیہ اور واعظیہ کہا جاسکتا ہے۔

غزل کی طرح قصیدے نے بھی سرزمین عرب میں جنم لیا اور وہاں بے حد مقبول ہوا، لیکن قدیم شعرائے عرب نے قصیدہ گوئی کو جھوٹی خوشامد اور کار برآری یعنی اپنا کام نکالنے اور انعام حاصل کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا۔ عرب شعراء اپنے قصائد میں اپنے قبیلے، اپنے گاؤں کسی بزرگ یا اپنے محبوب کی تعریف بغیر کسی غرض کے صدق دل سے کرتے ہیں۔ شروع میں قصیدے میں جھوٹ اور مبالغے کا چلن بالکل نہیں تھا۔اس لئے قصیدہ نگار جو کچھ لکھتا تھا سننے اور پڑھنے والے اس پر یقین کر لیتے تھے۔ لیکن آگے چل کر یہ صورت نہ رہی اور شاعر اپنے حصول مطلب کے لئے استعمال کرنے لگے۔ عرب سے یہ صنف ایران پہنچی۔وہاں کی مخصوص تہذیب نے اسے خوب متاثر کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قصیدے میں بناوٹ، جھوٹ، مبالغہ آرائی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ فارسی کے بلند پایہ شعراء نے اس کی طرف خاص توجہ مرکوز کی اور اسے خوب توانائی اور فروغ بخشا۔ لیکن قصیدہ اب مصلحت کا شکار بن چکا تھا۔ یعنی شعراء کو جب دربار سے کوئی واسطہ پڑتا تھا تو قصیدہ کے ذریعے ہی وہ دربار میں رسائی حاصل کرتے تھے۔ فارسی ادب کی کتابوں اور تذکروں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران میں قصیدہ گوئی کا رواج سامانی دور میں ہوا۔ رودکیؔ جو سامانی دور کا ایک باعظمت شاعر اور قصیدہ کا استاد بھی تھا اس نے اس میدان میں خوب جوہر دکھلائے۔

غزنوی دور میں فارسی شاعری میں کافی پختگی آچکی تھی اس دور کے قصیدوں میں تاریخی واقعات کثرت سے بیان کئے گئے ہیں۔اس دور کے مشہور قصیدہ نگاروں میں فرخیؔ، عنصریؔ، عسجدیؔ،اور منوچہری کا شمار ہوتا ہے۔ غزنوی دور میں قصیدہ نگاری کو جو زیادہ ترقی نصیب ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی مانی جاتی ہے کہ اس دور کے حکمران، وزیر اور

امیر سبھی ادب سے خوب دلچسپی رکھتے تھے وہ شعراء کی خوب حوصلہ افزائی کرتے تھے اور انھیں منہ مانگا انعام بھی دیتے تھے۔

سلجوقی دور کے شعراء میں ناصر خسروؔ، معزیؔ، انوریؔ، خاقانیؔ اور ظہیر فاریابی کا نام خاص طور سے لیا جا سکتا ہے۔ان شعراء نے اپنے کلام میں خیال بندی، مضمون آفرینی، باریک بینی اور منافع لفظی و معنوی کا استعمال بھرپور انداز میں کیا ہے۔اس دور کے صوفی شعراء میں سنائیؔ اور عطارؔ کے نام قابل ذکر ہیں۔

ایران میں مغلوں اور صفویوں کے دور میں قصیدہ گو شعراء کی تعداد میں کافی کمی آگئی اس کی وجہ چنگیز خان کے فتنے وفساد اور صفویوں کا شیعہ ہونا تھا بالآخر دہلی میں جب مغلوں کی حکومت قائم ہوئی تو ایران سے شعراء کی ایک بڑی تعداد نے مغل دربار کا رُخ کیا یہاں شعر و شاعری کا ماحول پایا خوب اشعار کہے اور خوب انعام واکرام حاصل کیا۔ ان شعراء میں صائب، وحشی، کلیمؔ، قدسیؔ، عرفی، فیضیؔ، اور ہاتف وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق ہندوستان سے ہی تھا۔

قاآنی نے بھی ایک بہت ہی مفصل قصیدہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ کی شان میں فتح خیبر کے متعلق 173 اشعار پر مشتمل لکھا ہے زین العابدین موتمن نے اسے فارسی زبان کا سب سے طویل قصیدہ بتایا ہے۔یہ قصیدہ درج ذیل مطلع سے شروع ہوتا ہے

سحر چو زمزہ اغاز کرد مرغ سحر

سان مرغ چمن از طرف گشود م پر

امیر خسروؔ نے خاقانی کے تتبع 107 اشعار پر مشتمل قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع اس طرح ہے۔

ھر سو جوانان تو سلب ھر سو عروسان در قصب

طفلان نہ خفتہ از طرف دیدہ بہ فرد اداشتہ

عنصری کا ایک مشہور قصیدہ جس کا مطلع اس طرح ہے۔

ایاشنیدہ ھنرھای خسروان بخبر

بیاز خسرو مشرق عیاں نہ تو ھنر

شبلی نعمانی کے مطابق قصیدہ کے حسن کا معیار تین چیزیں ہیں، مطلع، تخلص اور مقطع

ذیل میں چند نمونے قصیدوں کے ملاحظہ ہوں:

رودکی: بوے جوے مولیان آید ہمی

یاد یار مہربان آید ہمی

شاہ سرواست و بہار ابوستاں

سروسوے بوستاں آید ہمی

شاہ ماہ است و بہار آسماں

ماہ سوے آسمان آید ہمی

عنصری: باد نوروزی ہمی در بوستان بتگر شود

تاز صنعش ہر درختی لعبتی دیگر شود

باغ ہمچو کلبہ بزاز پر دیبا شود

باغ ہمچو طبلہ عطار پر عنبر شود

روی بند ہر زمینی حلہ چینی شود

گوشوار ہر درختی رشتہ گوہر شود

سعدی شیرازی: ایھاالناس جہان جای تن اسانی نیست

مرد دانا بہ جہان داشتن ارزانی نیست

خفتگان راچہ خبر زمزمہ مرغ سحر

حیوان راخبر از عالم انسانی نیست

داروی تربیت از پیر طریقت بستان

کادمی راہتر از علت نادانی نیست

مثنوی:

لفظ مثنوی عربی کے لفظ ''مثنی'' سے نکلا ہے۔ جس کے معانی دو کے ہیں۔ اصطلاح میں ہیئت کے لحاظ سے ایک ایسی صنف شاعری ہے جس کے شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر دوسرے شعر میں قافیہ بدل جائے لیکن ساری مثنوی ایک ہی بحر میں ہو۔ عام طور پر مثنوی میں لمبے لمبے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ یعنی نثر میں جو کام ایک ناول سے لیا جاتا ہے شاعری میں وہی کام مثنوی سے لیا جاتا ہے۔ دونوں میں ایک طرح کی کہانی ہی بیان کرتے ہیں۔ مثنوی ایک وسیع صنف سخن ہے۔ مختلف مضامین مثلاً رزمیہ، بزمیہ، تصوف اور فلسفے وغیرہ کے مضامین مثنوی میں آسانی سے بیان کئے جاسکتے ہیں۔ مثنوی عموماً چھوٹی بحروں میں کہی جاتی ہے اور اس کے لئے چند بحریں مخصوص بھی ہیں اور شعراء عموماً اس کی پاسداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثنوی میں شعروں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں ہے کچھ مثنویاں تو کئی کئی ہزار اشعار پر مشتمل ہیں۔

غزل کا شعر کم فرصتی میں بھی کہا جاسکتا ہے لیکن مثنوی کا معاملہ مختلف ہے اس کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً لکھنے سے پہلے مکمل مثنوی کا خاکہ ذہن میں تیار کرلیا جائے۔ اس کے بعد مستقل مزاجی کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ واقعات کی ترتیب و تعمیر ایسی ہو کہ قصہ مربوط رہے۔

زبان ایسی ہو کہ ہر پڑھنے والے کی سمجھ میں آجائے یعنی پڑھنے والا اس میں اُلجھ کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی توجہ واقعات پر مرکوز رہے۔

واقعہ نگاری مثنوی کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ یہ واقعات فطری بھی ہوسکتے ہیں اور غیر فطری بھی جیسا کہ اُوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ مثنوی میں ہر موضوع کی گنجائش ہے۔ عشقیہ قصے اور جنگ وجدل کے واقعات بھی مثنوی کا خاص موضوع رہے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مثنوی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مثنوی کا فن تو ضیحی فن ہے۔ یہاں غزل کی طرح رمز و کنایے میں بات نہیں کی جاسکتی۔ واقعات کا بیان ہوتا ہے اس لئے بات کو صراحت کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ تاکہ واقعات آسانی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے جائیں۔

مثنوی میں چوں کہ واقعات کا بیان ہوتا ہے اس لئے کردار نگاری بھی اس کا ایک لازمی جزو ہے اور کردار نگاری کے لئے ضروری ہے کہ فن کار انسانی نفسیات اور اس کی پیچیدگیوں سے پوری طرح واقف ہو۔ مختلف کرداروں کی زبان بھی الگ الگ ہوتی ہے اس لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کس موقع پر کس کردار کی زبان سے کس طرح کے الفاظ ادا ہونے چاہیے۔ گویا لازمی ہے کہ مثنوی نگار ایک اچھا مکالمہ نویس بھی ہو۔ مثنوی میں عموماً ایسے مواقع بھی آتے ہیں جہاں ڈرامائی عنصر ناگزیر ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ مثنوی کا فن خاصا پیچیدہ فن ہے۔اس کے لئے صرف محنت اور منصوبہ بندی ہی کافی نہیں بلکہ وسیع مطالعہ اور گہرا مشاہدہ بھی بے حد ضروری ہے۔

رباعی کی طرح عربی شاعری میں مثنوی کا وجود بھی نہیں تھا اور یہ خاص ایران کی ایجاد ہے اور فارسی شاعری کے ساتھ ہی ہندوستان آئی۔یعنی دیگر اصناف شاعری کے ساتھ ہی اس نے بھی ہندوستان میں رسائی حاصل کی۔ فارسی شعراء میں پہلا مثنوی گو شاعر ابو شکور بلخی کو مانا جاتا ہے۔ رودکیؔ کی مثنوی کلیلہ ودمنہ کا شمار بھی فارسی کی قدیم ترین مثنویوں میں ہوتا ہے قصیدے کی طرح مثنوی کو بھی غزنوی دور میں ہی ترقی کرنے کا صحیح موقعہ ملا۔ کیونکہ فردوسیؔ جیسے باکمال شاعر کا تعلق اسی دور سے رہا ہے۔ جس نے ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی لکھی تھی۔اس مثنوی کا عنوان ''شاہنامہ'' ہے۔ شاعر کا کمال دیکھئے کہ ساٹھ ہزار اشعار لکھ ڈالے اور ان میں عربی الفاظ اس قدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں۔اس مثنوی میں فردوسیؔ نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑوں گونا گوں مطالب ادا کئے اور زبان کے خالص ہونے میں فرق نہ آنے دیا۔ حیرت وہاں ہوتی ہے جہاں فلسفیانہ اصطلاحیں آتی ہیں اور وہ اس بے تکلفی سے خالص فارسی میں ان کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرہ کی باتیں ہیں۔ غزنوی دور سے اگر فردوسیؔ اور شاہنامہ کو ہٹا دیا جائے تو اس دور کی اہمیت بالکل ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد سلجوقی دور میں تصوف کی لہر کی ایک تحریک چلی۔ جس نے فارسی میں صنف مثنوی کو نئے نئے موضوعات سے روشناس کرایا۔ شیخ فریدالدین عطار جن کا تعلق سلجوقی دور سے ہی تھا۔انہوں نے ''منطق الطیر'' کے نام سے ایک بے مثال مثنوی لکھی۔اس مثنوی میں عطارؔ نے عارفانہ مطالب کو نہایت لطیف پیرائے میں ادا کیا ہے۔اس کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہت سی مثنویاں لکھی ہیں جن سے فارسی مثنوی نگاری کو کافی فروغ ملا ہے۔ نظامی گنجوی کا خمسہ جو پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے اسے اس دور کا

شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس خمسہ کے جواب میں بعد میں بہت سے شعراء نے پانچ پانچ مثنویاں لکھیں۔ اسدیؔ نام کے ایک شاعر نے بھی ''شاہنامہ'' کی طرز پر مثنوی لکھنے کی کامیاب کوشش کی۔ فخر الدین نے بھی ''دیس درامین'' نام کی ایک مثنوی لکھی۔ اس طرح سلجوقی دور میں دیگر اصناف کی طرح مثنوی نے بھی خوب ترقی حاصل کی۔

مغل دور میں بھی اس صنف شاعری کو ترقی پانے کا ایک اچھا ماحول ملا۔ رومیؔ، سعدیؔ، جامیؔ، اور خسروؔ جیسے بلند مقام شعراء کا تعلق اسی دور سے ہے۔ جنھوں نے مثنوی نگاری کو خوب ترقی بخشی۔ جامیؔ نے نظامیؔ گنجوی کی پیروی میں پانچ مثنویاں لکھ کر اور سعدیؔ شیرازی نے ''بوستان سعدی'' لکھ کر اس صنف میں بہت زیادہ ترقی و اضافہ کیا۔ مثنوی کے حوالے سے اگر رومیؔ کا نام نہ لیا جائے تو یقیناً انصاف نہ ہوگا۔ مولانا جلال الدین رومیؔ ایران کے ایک بہت بڑے صوفی شاعر ہوئے ہیں۔ مولانا کی شاہکار تصنیف ''مثنوی معنوی'' تشنگان معرفت کے لئے ہمیشہ شمع ہدایت کا کام دے گی۔

مثنوی معنوی مولوی۔ ہست قرآن در زباں پہلوی

اس مثنوی کا ترجمہ دُنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ مثنوی کی سب سے بڑی خصوصیت مولانا کا طرز استدلال اور سمجھانے کا طریقہ ہے۔ مولانا کو اس بات کا احساس تھا کہ فلسفیانہ موضوعات گہرائی کے باعث بہ آسانی سمجھ میں نہیں آتے اس لئے جب وہ کوئی بحث چھیڑتے تھے تو اسے تشبیہوں اور تمثیلوں کے ذریعے قارئین کو ذہن نشین کراتے تھے۔

بشنواز نی چون حکایت می کند　　　　از جدائی ھا شکایت می کند

مولانا روم نے مثنوی کی شروعات نی "بانسری" سے کی ہے دراصل انسان جب سے اپنی اصل سے کٹا ہے اسے ذہنی سکون نہیں ملتا اسے اپنے غم کی کہانی سنانے کے لیے ایسی چیز کی ضرورت تھی جو خود اپنی اصل سے دور ہو اسلیے مولانا نے بانس سے کٹی ہوئی شاخ کو متوجہ کیا ہے

گویا وہ کہتی ہے

سرّ من از نالہ من دور نیست

لیک چشم و گوش رااان نور نیست

اگراس کے ساتھ شاھنامہ فردوسی کا تزکرہ نہ کیا جائے تو انصاف کی بات نہیں ہو گی شاھنامہ فردوسی بھی ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ مثنوی کی صورت میں لکھی گئی ایران کی تاریخ ہے جو ایک ادبی سرمایہ ہے۔ تاریخ ادبیات ایران میں جن بڑی کتابوں کا تزکرہ ہے ان مثنوی کا نام سر فہرست ہے۔ فردوسی طوسی نے پچاس فصلوں پر پچاس بادشاہوں کے حالات اس صورت میں جمع کیے ہیں نمونے کے طور پر چند اشعار۔

۱۔ بہ نام خداوند خورشید وماہ کہ دل رابہ نامش خرد دادراہ

۲۔ جزاو رامدان کردگار سپہر فروزندۂ ماہ و ناہید و مہر

۳۔ بہ دانش گرای وبدو شوبلند چوخواہی کہ از بد نیابی گزند

۴۔ ز دانش دربی نیازی بجوی و گرچند سختیت آید بہ روی

۵۔ ز نادان بنالد دل سنگ و کوہ از یراندارد بر کس شکوہ

۶۔ توانابود ہر کہ دانابود ز دانش دل پیر برنابود

سرورش اصفہانی نے بھی ''ساقی نامہ'' اور ''الٰہی نامہ'' نام کی دو اہم مثنویاں لکھ کر مثنوی نگاروں کی فہرست میں اپنا نام درج کروایا ہے۔ خسروؔ نے نظامیؔ کے ''خمسہ'' کے جواب میں 'خمسہ'' لکھا۔ فیضی دکنی نے بھی نظامی کے پیروی میں ''نل ودمن'' کے نام سے چار مثنویاں لکھیں۔ محسن فانیؔ جو کشمیر کے مشہور فارسی غزل گو شاعر غنیؔ کشمیر کے اُستاد تھے انھوں نے ''ناز و نیاز'' نام سے ایک معیاری مثنوی لکھ کر نہ صرف اپنے نام کو چار چاند لگائے بلکہ مثنوی نگاری کی تاریخ میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا۔

اس طرح صنف مثنوی نے مختلف ادوار میں ترقی کی منازل طے کیں اور اپنے آپ کو دیگر ترقی یافتہ اصنافِ شاعری کی صف میں کھڑا کیا۔

رباعی:

رباعی عربی زبان کا لفظ ہے جو ''ربعہ'' سے نکلا ہے اس کے لغوی معانی چار کے ہیں۔ شاعرانہ مضمون میں رباعی اس صنف کو کہتے ہیں جس میں چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کی جائے پیدائش اور جائے پرورش ایران ہے۔ رباعی کا وزن مخصوص ہے۔ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ لانا ضروری ہے۔ تیسرے مصرعے میں اگر قافیہ لایا جائے تو کوئی عیب نہیں ہے لیکن اس مصرے کا قافیہ جدا ہوتا ہے۔ اس تیسرے مصرعے میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ اس کے موضوعات مقرر نہیں ہیں۔ عشق و محبت ہو یا تصوف واخلاق، مدح ورزم ہو یا پند و نصیحت، مذہب وفلسفہ ہو یا حسن وجمال ہر قسم کے مضامین نہایت اختصار وخوش اسلوبی سے رباعی میں ادا ہوتے ہیں۔ یعنی اردو وفارسی کے شعراء نے ہر موضوع کے خیال کو اس میں سمویا ہے۔ رباعی کے آخری دو مصرعوں خاص کر چوتھے مصرعے پر ساری رباعی کے حسن واثر اور زور کا انحصار ہوتا ہے۔ دراصل اسی چوتھے مصرعے کو حاصل رباعی مانا جاتا ہے۔ چنانچہ علمائے ادب اور فصحائے سخن نے ان امور کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض نے رباعی کے لئے چند معنوی ولفظی خصوصیات کو بھی لازم گردانا ہے۔ عروض کی مختلف کتابوں میں رباعی کے مختلف نام ہیں۔ رباعی، ترانہ، دوبیتی، بعض نے چار مصرعی اور جفتی جیسے مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ اسدیؔ طوسی نے ترانہ کے معنی دوبیتی لکھے ہیں۔ دیگر اصناف سخن کی طرح فارسی شاعری میں رباعی بہت پرانی صنف سخن ہے۔ رباعی ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے۔

رباعی کے ۲۴ اوازن ہیں جن کا استخراج روایتی طور پر بحر ہزج سے کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ۱۲ شجرہ اخرب اور ۱۲ شجرہ اخرم سے تعلق رکھتے ہیں۔

اگرچہ رباعی ٹھمری گیت اور موسیقی میں بہت مقبول تھی لیکن فارسی شاعری میں رفتہ رفتہ اس کا دامن وسیع ہوتا گیا۔ اور اب اس کا شمار غزل، قصیدہ اور مثنوی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ایرانی قوم کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے کسی بھی دور میں خواہ دور قبل از اسلام کا ہو یا بعد از اسلام کا اپنی مادری زبان کو نہیں فراموش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صنف سخن نے ایران میں جنم لیا اور ایران میں پرورش پائی اور پھر یہاں سے دیگر ممالک کا سفر کیا۔

اس بات پر لگ بھگ سبھی متفق ہیں کہ فارسی میں رباعی کہنے والا سب سے پہلا شاعر حنظلہ بادغیسی تھا۔ اس صنف سخن پر اسے کافی دسترس حاصل تھی۔ نمونہ کے طور پر اس کی ایک مشہور زمانہ رباعی ذیل میں درج کی جاتی ہے

مہتری گربکام شیر دراست

شو خطر کن زکام شیر بجوی

یابزرگی وعزونعمت وجا

یاچومردانت مرگ رویاروی

ابو شکور بلخی اور شہید بلخی سامانی دور کے اعلیٰ پایہ کے رباعی گو شاعر تھے۔ انھوں نے فارسی میں رباعی کو بہت بڑی ترقی دی۔ شہید بلخی نے رباعی کے علاوہ دیگر اصناف سخن پر بھی خوب طبع آزمائی کی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ہم عصر شعراء میں بہت زیادہ مشہور تھا۔ رودکیؔ سمرقندی جسے فارسی شاعری کا باوا آدم مانا جاتا ہے اور جو سامانی دور کا پہلا بڑا صاحب دیوان شاعر ہے اس نے غزل، قصیدہ اور مثنوی کے ساتھ ساتھ رباعی کی صنف کو بھی بہت بڑا فروغ دیا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے رودکیؔ کو ہی فارسی زبان میں رباعی کا موجد قرار دیا ہے۔ رودَکی نے شہید بلخی کی وفات پر حسب ذیل رباعی کہی تھی۔

کاروان شہید رفت از پیش

واں رارفتہ گیر دمی اندیش

از شمادو چشم یک تن کم

وز شمار خرد ہزاران خویش

سلجوقی دور میں بڑے بلند پایہ کے رباعی گو شعراء پیدا ہوئے جنھوں نے اس صنف کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا۔ ان میں عمر خیامؔ کا نام سر فہرست ہے۔ خیامؔ کی شہرت کی بنیاد بڑی حد تک اس کی رباعیات ہیں۔ خیامؔ جب نجوم، حساب، طب اور حکمت کے پیچیدہ مسائل کی تحقیق سے تھک جاتا تو دماغی تفریح کی غرض سے شعر کی طرف

مائل ہوتا تھا۔ خیامؔ کی رباعیات کی زبان نہایت سادہ، شیریں، سہل اور رواں ہے لیکن ان میں فلسفیانہ رموز ہیں جو اس کے ذاتی تاثرات کے آئینہ دار ہیں۔ خیامؔ سے پہلے دیگر شعراء نے بھی اگرچہ رباعیاں کہی ہیں لیکن خیامؔ کی رباعیات کا انداز سب سے مختلف ہے۔

خیامؔ کی رباعیاں تعداد کے لحاظ سے کم، عبارت کے لحاظ سے سادہ لیکن معانی و مطالب کا سمندر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے نہایت لطیف اور حکیمانہ خیالات کو رباعی کے سانچے میں ڈال کر موثر ترین انداز میں پیش کیا ہے۔ خیامؔ نے "حمد ومناجات "، "توصیف شراب وآداب مے نوشی" "رجل"، "دنیا "، "کوزہ نامہ"، 'امروز"، "جبر مشیت"، "مسلک رندی"، "محبوب" ودیگر عنوانات پر رباعیاں کہی ہیں۔ رباعیات خیام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا دل بعض باتوں سے بہت متاثر اور غمگیں تھا۔

خیامؔ کو جب اپنے درد کے علاج کی کوئی صورت نظر نہ آتی تو مجبوراً شعر کے دامن میں پناہ لیتا۔ خیام کی رباعیوں کا ترجمہ دُنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے۔

خیامؔ کے علاوہ اس دور کے چند دیگر صوفی شعراء نے بھی رباعی کی ترقی میں اپنا ایک اہم رول ادا کیا۔ ان میں باباطاہر عریاں، عبداللہ انصاری، سعید ابی الخیر کا نام قابل ذکر ہے۔ ان کی رباعیوں کا انداز، لطافت، تاثیر اور تازگی اپنی مثال آپ ہیں۔

اس طرح رباعی نے مختلف ادوار میں بڑی کامیابی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کیں۔ خیامؔ کی ایک مشہور زمانہ رباعی۔

روزی کہ گذشتہ است ازو یاد مکن
فردا کہ نیآمدہ است فریاد مکن
برنآمدہ و گذشتہ رابنیاد مکن
حالی خوش باش و عمر برباد مکن

Course Code: UPRTC-101

Credit : 06

Course Title: Persian Text & Grammer

Theory Exams : 80

Duration of Exams: 2.5 Hrs

Internal Assessments:20

Total Marks : 100

The paper will comprise of the following 5 Units:

UNIIT-I

۱۔درس اول

۲درس دوم

۳درس سوم

۴درس چہارم(آزفا، جلداوّل از مہدی ضرغامیان)

UNIIT-II

۱۔ اصطلاحات

۲۔ فعل کی اقسام، بہ لحاظ زمانہ

UNIIT-III

کتاب درس فارسی، حصہ اول از شمس الدین احمد

ترجمہ وتشریح

ا۔ توانابود ھر کہ دانابود (فردوسیؔ)

۲۔ انتخاب از بوبستان سعدی، بخور تا توانی بہ بازوی خویش (سعدیؔ)

۳۔ لطف حق (پروین اعتصامیؔ)

UNIIT-IV

یونٹ تین میں شامل شعراء کے حالات زندگی اور ادبی خدمات کا جائزہ

UNIIT-V

Origin and Development of Persian literature (Ghazal, Qasida, Masnavi, & Rubai

غزل، قصیدہ، مثنوی اور رباعی

Books Recommended:

ا۔ازفا(آموزش زبان فارسی) از مہدی ضرغامیان

۲۔کتاب درس فارسی از شمس الدین احمد

۳۔تاریخ ادبیات ایران رضازادہ شفق

۴۔شعرالعجم شبلی نعمانی

۵—فارسی میں قصیدہ نگاری ڈاکٹر سلطان احمد

تمام شد

Sample question paper

Examination: **B.A Semester-I** Year: **2021**

Course Title**: Persian Poetry/Introduction to Genres, some selection**

SUBJECT: **PERSIAN** PAPER/COURSE No: **PR-101**

Time Allowed: **2½ Hours** Maximum Marks: **80** Pass Marks: **29**

NOTE ABOUT CHOICE OF QUESTIONS

Answer five Questions in all, selecting one question from each unit. All Questions carry equal marks. (16x5=80)

سوال نمبر1:-ترجمہ کریں-

۱) آن استاد است-

۲) آن دانشجو است-

۳) آن زن است-

۴) آن مرد است-

۵) این کتاب بزرگ است-

۶) این خانہ زیبا است-

۷) مدادروی دفتر است-

۸) قلم زیر کتاب است-

(یا)

سوال نمبر2:- گنتی ایک سے تیس تک لکھیں-

سوال نمبر3:- فعل ماضی کی کتنی قسمیں ہیں وضحات کریں اور مصدر رفتن سے ماضی مطلق کی گردان بنائیں-

(یا)

سوال نمبر4:- فعل حال کسے کہتے ہیں وضحات کریں اور مصدر آمدن سے گردان بنائیں-

سوال نمبر5:-درج ذیل اشعار کی تشریح کریں-

یکی روباہی دید بی دست وپای فروماند در لطف وصنع خدای
که چون زندگانی بسرمی برد بدین دست وپای از کجا می خورد
درین بود درویش شوریده رنگ که شیری درآمد شغالی به چنگ
شغال نگون بخت را شیر خورد بماند آنچه روباه ازآن سیر خورد

(یا)

سوال نمبر6:-درج ذیل اشعار کی تشریح بحوالہ شاعر کریں۔

والی مصر ولایت ذوالنون آن با اسرار حقیقت مشحون
گفت: در کعبه مجاور بودم در حرم حاضر وناضر بودم
ناگه آشفته جوانی دیدم نه جوان سوخته جوانی دیدم
لاغر و زردشده ہمچو ہلال کردم از وی زسر مہر سوال

سوال نمبر7:-شاہنامہ فردوسی کی تاریخی وادبی اہمیت پر روشنی ڈالیں-

(یا)

سوال نمبر8:- شیخ سعدی شیرازی کے احوال وآثار پر روشنی ڈالیں-

سوال نمبر9:-فارسی زبان وادب کی ترویج وترقی پر بحث کریں-

(یا)

سوال نمبر10:-فارسی غزل پر مفصّل نوٹ لکھیں-

Examination: **B.A Semester –I** Year: **2020**

Course Title**:** Persian Text & Grammar

SUBJECT: **PERSIAN** PAPER/COURSE No: **UPRTC-101**

Time Allowed: **2½ Hours** Maximum Marks: **80** Pass Marks: **29**

S. No	Instructions
1.	Part A: It will comprise of 5 short Answers/ objective type question of 15 marks covering all five units with equal weightage to all units (all compulsory)
2.	Part B: It will comprise of 5 medium answers/short type question of 35 marks covering all five units with equal weightage to all units (all compulsory)
3.	Part C: It will be comprise of 4 long answer type questions (Two to be attempted) of 15 marks each covering all the units. The students will have the Internal choice

Part A

سوال نمبر 1:-خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجئے-

(1) قلم.........میز........(2) پسر در..........است (3) مرد پیر در...........است-

سوال نمبر 2:-دئے گئے الفاظ کے معنی لکھیں- سپہر، مہر، کردگار-

سوال نمبر 3:-اسم معرفہ کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر 4:-شعر کو مکمل کریں-

بہ نام خداوند خورشید وماہ.........................

سوال نمبر 5:- تشریح کریں-

توانا بود ہر کہ دانا بود زدانش دل پیر برنا بود-

Part B

سوال نمبر 1:-فارسی میں گنتی 10 سے 20 تک لکھیں-

سوال نمبر 2:-صفت کسے کہتے ہیں مثال دے کر وضحات کریں—

سوال نمبر 3:- تشریح کریں-

به نام خداوند خورشیدو ماه — که دل را به نامش خرددادراه
جزاورا مدان کردگار سپهر — فروزندهٔ ماه ومهر وناهید ومهر
به دانش گرای وبدوشو بلند — چوخواهی که ازبدنیابی گزند

سوال نمبر4:-بوستانِسعدی پر روشنی ڈالیں-
سوال نمبر5:-غزل پر مختصر نوٹ لکھیں-

Part C

سوال نمبر1:-فارسی میں گنتی30سے50تک لکھیں-
سوال نمبر2:-فعل مستقبل کسے کہتے ہیں،وضحات کریں اور رفتن سے مستقبل کی گردان بنائیں-
سوال نمبر3:-:۔درج ذیل اشعار کی تشریح بحوالہ شاعر اردو یا انگریزی زبان میں کیجئے؟

یکی روباہی دیدبی دست وپای — فروماند درلطف وصنع خدای
که چون زندگانی بسرمی برد — بدین دست وپای ازکجا می خورد
درین بوددرویش شوریده رنگ — که شیری درآمد شغالی به چنگ
شغال نگون بخت راشیر خورد — بماندآنچه روباه ازآن سیرخورد
دگر روز باز اتفاق افتاد — که روزی رسان قوت روزش بداد

سوال نمبر4:-شاہ نامہ فردوسی کی تاریخی اور ادبی اہمیت بیان کریں-

یا

سعدی کے احوال وآثار پر روشنی ڈالیں-

Directorate of Distance Education

UNIVERSITY OF JAMMU

SELF INSTRUCTIONAL MATERIAL

B. A Part-1st

Subject: Persian

Course Title: Persian Poetry

Course No: PR-101

Course Cordinator: Dr. Rajber Singh Sodhi

Convener/Editor: Prof Mushtaq Ahmed

Compiler/Writer: Dr Sajer Ahmed Malik

All copyright privileges of the material vested with the Directorate of Distance Education, University of Jammu, Jammu-180006